وَقَدْ اَخَذَ مِيثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

مقامِ اشاعت: ۳۶ کے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رلفریجریٹرز ، ایئرکنڈیشنرز اور فریزرز میں سب سے بہتر

سانیو

SANYO

خریدیئے

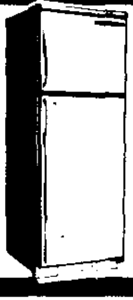

نوفراسٹ ریفریجریٹرز

اب پاکستان میں تیار/اسمبل کئے جاتے ہیں
۱۰ مختلف سائز میں۔ دلکش رنگوں میں حفاظتی
تالے کے ساتھ۔ اشیاء کے ذخیرہ کرنے کی زیادہ گنجائش۔
بازار جانے کی کم زحمت۔ مکمل کارکردگی۔ آزمودہ ریفریجریٹرز
بڑے قد و قامت کے ۳ دروازے والے فیملی ماڈلز سے لیکر
مجرد اشخاص کے لئے چھوٹے ماڈلز تک دستیاب

بے آواز

رُوم ایئرکنڈیشنرز

گرمیوں میں سرد، سردیوں میں گرم ہوا
گنجائش ۱ ٹن (۱۸۰۰۰ بی ٹی یو/ایچ)
پاکستان میں تیار/اسمبل کردہ
ٹھنڈا کرنے کی زیادہ صلاحیت بجلی کا کم خرچ
بہتر کارکردگی کیلئے آٹو ڈیفلیکٹر سے آراستہ
براؤن ٹیک میں فنش کی بنوائی جالی۔

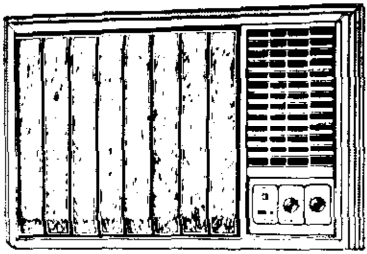

اسپلٹ ٹائپ ایئرکنڈیشنرز

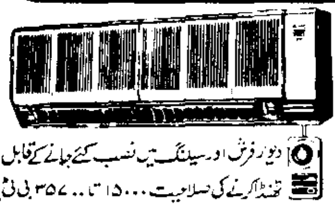

دیوار فرش اور سیلنگ میں نصب کئے جانے کے قابل
ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت ۱۵۰۰ تا ۳۵۷ بی ٹی یو

نیا روٹری کمپریسر آواز ارتعاش اور بجلی کا خرچ کم کرنے کیلئے۔
دیوار پر نصب کیا جانیوالا ڈیزائن کمرہ میں قابلِ استعمال جگہ بچاتا ہے
۲۴ گھنٹے کا دفتی سوئچ۔
آئی سی تھرموسٹیٹ صحیح ٹمپریچر برقرار رکھنے کے لئے
۳ اسپیڈ فین آپریشن سیٹنگ

کرم فرما خصوصی توجہ فرمائیں:
مذکورہ مصنوعات خریدتے وقت ورلڈ وائیڈ کمپنی کی جاری کردہ پانچ سالہ گارنٹی ضرور حاصل کریں تاکہ سروس بعداز فروخت کی مفت سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

ورلڈ وائیڈ ٹریڈنگ کمپنی

سانیو سینٹر شوروم اور سروس سینٹر، گارڈن روڈ، صدر کراچی
فون: ۲۷۲۰۰ - ۷۲۷۲۹ - ...
پاکستان کیبل "WORLDBEST" ٹیلکس 25109 WWTCO PK

ماہنامہ
میثاق
لاہور

جلد: ۳۲ | شمارہ: ۸ | شوال المکرم ۔ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ مطابق اگست ۱۹۸۲ء

مشمولات

عرضِ احوال ——— ۳
جمیل الرحمٰن

الہُدیٰ (چھٹی نشست) ——— ۵
ڈاکٹر اسرار احمد

اصلاح معاشرہ کا انقلابی پہلو ——— ۱۹
ڈاکٹر اسرار احمد

اظہارِ حق ——— ۲۳
(قادیانیت اپنے لٹریچر کے آئینے میں)
قاری نصیر احمد غزنوی

پاکستان اور اسلام ——— ۵۳
ڈاکٹر اسرار احمد

افکار و آراء ——— ۶۷
رفتارِ کار ——— ۷۱

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرِ تعاون
۳۰/ روپے
قیمت فی شمارہ
۳ روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد

طابع
چودھری رشید احمد

مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مکتبہ تنظیم اسلامی
فون : ۸۵۲۶۱۱

سب آفس : ۱۱ داؤد منزل
نزد آرام باغ۔ شاہراہ لیاقت
کراچی ۔ فون برائے رابطہ ۲۱۴۷۰۹

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید: ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا

جس میں بڑی قوت بھی ہے

اور لوگوں کے لیے بڑے فوائد بھی ہیں

Interested buyers and sellers of Iron and steel scrap & non -ferrdus metal scrap are requested to contact :

MANZOOR BHAI for any deal In-sha-Allah our method of wor-k will prove honesty and competative our experiance is since last ten years.

OFFICE:

3/32, Al-Yousaf Chambers,
Shahrah-e- Liaqut,
NEW Challi,
Karachi
(PAKISTAN)

Phones: 21873
213
Cable: HA
Telex: 2

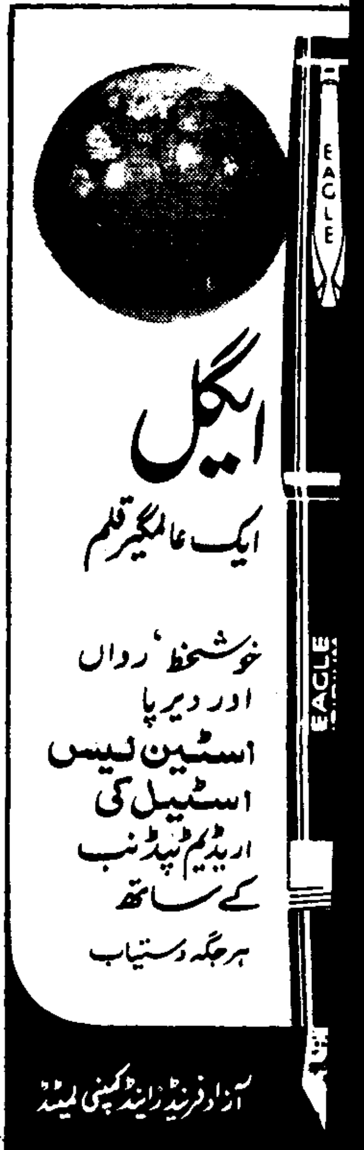

جمیل الرحمٰن　　　　　　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اسلامی تقویم کے لحاظ سے ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ اور عیسوی تقویم کے لحاظ سے اگست ۸۳ء کا شمارہ پیش خدمت ہے۔ ان تقویموں میں سال بھر میں تقریباً دس دن کا فرق پڑ جاتا ہے لہٰذا اس خلا کو اس طرح پورا کیا گیا ہے کہ اسلامی تقویم کے لحاظ سے شوال المکرم اور ذی القعدہ کا شمارہ ایک قرار دیا گیا ہے۔

رمضان المبارک کے بعد قرآن اکیڈمی میں نئی منتخب و مقرر کردہ مجلس مشاورت کا از ۱۶ تا ۱۸ (سہ روزہ) پہلا سہ ماہی اجلاس منعقد ہوا جس میں ۲۷ رفقا میں سے ۲۱ نے شرکت کی۔ ان تین دنوں تک اکیڈمی میں کافی رونق رہی۔ تنظیمی لحاظ سے اس مشاورت میں چند اہم فیصلے ہوئے جن کو رفقاء تک ان شاء اللہ　　نقیم تنظیم اسلامی پہنچا دیں گے۔

بفضلہ تعالیٰ تنظیم کی دعوت بیرون پاکستان بھی اپنی جگہ بنا رہی ہے۔ جس میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں دوسرے چند ممالک　میں　بھی تنظیم کے منفرد رفقاء قیام پذیر ہیں۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ بیرون ملک دعوت کو منظم و مستحکم کرنے اور توسیع کے ذرائع اختیار کرنے کے لئے یک سوئی کے ساتھ توجہ دی جائے لہٰذا امیرِ محترم نے مجلس مشاورت کے مشورے سے محترم قاضی عبدالقادر صاحب کو برائے بیرون ملک اپنا نائب امیر مقرر کیا ہے۔ تاکہ قاضی صاحب موصوف بیرون ملک قائم ہونے والی تنظیموں اور بیرون ملک مقیم منفرد رفقاء سے باضابطہ اور مسلسل رابطہ قائم رکھ سکیں۔ نیز تنظیم اور مرکزی انجمن کی مطبوعات کو

بیرون پاکستان پھیلانے کی مؤثر و عملی منصوبہ بندی کر سکیں - یک سوئی سے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے مقصد کے لئے مرکز کے تحت کراچی میں ایک ذیلی دفتر قائم کر دیا گیا ہے - جس کا پوسٹل ایڈریس ۵۷۷ - A بلاک جے شمالی ناظم آباد کراچی ۳۳ اور فون ۶۲۹۸۶۸/۶۱۳۲۷۷ ہے - ان شاء اللہ یکم اگست ۸۳ء سے ثانی صاحب موصوف کا مستقل قیام کراچی ہی میں رہے گا۔

تنظیم کے کام کی موجودہ توسیع نیز مستقبل کی توسیع کے پیش نظر تنظیم کے آٹھویں سالانہ اجتماع منعقدہ اپریل ۸۳ء میں پاکستان کو تین علاقوں میں تقسیم کر کے حسب ذیل تین نائب امراء بھی مقرر کئے گئے تھے -

۱- برائے کراچی و سندھ - ڈاکٹر محمد تقی الدین صاحب

۲- برائے لاہور قمر سعید قریشی صاحب

۳- برائے پنجاب و سرحد - رحمت اللہ بٹر صاحب

امیر محترم نے قمر سعید قریشی کو دوسری اہم ذمہ داری یہ سپرد کی ہے کہ وہ تنظیم اسلامی (پاکستان) کے قیم بھی مقرر کئے گئے ہیں - مزید براں عبدالرزاق صاحب ناظم مرکزی بیت المال اور قاضی عبدالقادر صاحب کو مرکزی نیز تمام مقامی تنظیموں کے محاسب (AUDITOR) کی ذمہ داری بھی تفویض کی گئی ہے - اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل خاص سے ان تمام حضرات کی نصرت و تائید فرمائے تاکہ یہ حضرات اسلامی انقلاب اور اقامت دین کی اس جماعت کی اپنے اپنے مناصب کی ذمہ داریوں کے اعتبارات سے زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دے سکیں -

اللّٰھُمَّ انصر من نصر دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واجعلنا منھم

میرے برادر بزرگ ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن مرحوم کی رحلت پر جن حضرات نے بذریعہ مکتوب اور زبانی تعزیت فرمائی ہے - راقم ان کا ذاتی طور پر شکرگزار ہے۔ مرحومین کے لئے ہماری یہ دعا ہی مفید ہو سکتی ہے کہ

اللّٰھم اغفر لھم وارحمھم واعف عنھم وقھم من عذاب القبر و عذاب النار وادخلھم فی جنۃ الفردوس - آمین یا رب العلمین

(چھٹی نشست)

الھُدیٰ

حقیقت بِرّ و تقویٰ

آیۂ بِرّ (سورہ بقرہ : ۱۷۷) کی روشنی میں

پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر شدہ درس

از :- ڈاکٹر اسرار احمد

(۳)

السلام علیکم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم - محترم حاضرین و معزز ناظرین!

پچھلی نشست میں ہم نے آیہ بر کے پہلے حصے کے حوالے سے حقیقت بِرّ و تقوےٰ سے متعلق بعض فلسفیانہ مسائل کا جو جواب اسلام دیتا ہے اُس پر گفتگو مکمل کر لی تھی - آج ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ نیکی کی روحِ باطنی یعنی ایمان کا ظہور انسان کے عملی رویے اور اُس کی سیرت و کردار میں جس صورت میں ہوتا ہے اُس کو قرآن حکیم کس پیرائے میں اور کس ترتیب سے بیان کر رہا ہے لیکن اُس کے لئے پھر مناسب ہوگا کہ ہم اُس آیۂ مبارکہ کی تلاوت بھی ایک مرتبہ اور کر لیں نیز اس کے ترجمے کو بھی دوبارہ ذہن نشین کر لیں

اعوذ باللہِ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ج وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ لا وَ السَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ

وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ
وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

اس کا سلیس اور رواں ترجمہ یہ ہے -

"نیکی صرف یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو بلکہ اصل نیکی اس کی ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور یوم آخرت پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور انبیاء پر، اور دیا اس نے مال اس کی محبت کے باوجود رشتے داروں کو، یتیموں کو، محتاجوں کو، مسافر کو، مانگنے والوں کو - اور گلو خلاصی میں اور قائم کی اس نے نماز اور ادا کی اس نے زکوٰۃ — اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے جب باہم کوئی معاہدہ کر لیں - اور بالخصوص صبر کرنے والے فقر و فاقہ پر اور تکالیف اور مصائب میں اور جنگ کے میدان میں۔ یہی ہیں وہ لوگ جو حقیقتاً سچے اور راست گفتار ہیں اور یہی ہیں وہ لوگ جو واقعتاً متقی ہیں۔"

اس آیتِ مبارکہ میں ایمان یا جن ایمانیاتِ خمسہ کا بیان ہوا ہے، ان کا نیکی کی بحث کے ساتھ جو تعلق ہے اس پر قدرے غور ہم نے پچھلی مرتبہ مکمل کر لیا تھا- اب آئیے ہم دیکھیں کہ نیکی کی یہ رُوحِ باطنی جب انسان میں سرایت کر جاتے یا ایمانِ کامل جب انسان کے قلب میں جاگزیں ہو جاتے تو اُس کے نتیجے میں اس انسان کی شخصیت، اس کی سیرت و کردار، اُس کے معاملات اور اُس کے رویے میں کس کیفیت یا کن کیفیات کا ظہور ہونا ہے - ! ان کو آپ نیکی کے عملی مظاہر کہہ سکتے ہیں -

اب یہاں سب سے پہلے یہ نوٹ کیجئے کہ اس آیۂ مبارکہ میں نیکی کا جو مظہرِ اوّل بیان ہو رہا ہے وہ "خدمتِ خلق" اور "انسانی ہمدردی" ہے- ویسے

آپ نے سُنا ہوگا - اور بات صحیح ہے کہ ارکان دین میں کلمۂ شہادت کے بعد جو رکنِ اوّل ہے ، اور جو رُکن رکین ہے ، جس کو عماد الدین کہا گیا ہے ، وہ نماز ہے لیکن اس آیۂ مبارکہ میں نماز کا ذکر مؤخر ہو گیا ہے - وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ - اور مقدم آگیا معاملہ اپنے مال کو صرف کرنے کا - ابنائے نوع کی تکلیفوں کو رفع کرنے میں - احتیاجات کو دور کرنے میں ، اُنکی مصیبتوں سے انہیں نجات دلانے میں ، جیسے ایمانیات کے ذکر کے فوراً بعد فرمایا گیا ؛ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی تا وَفِی الرِّقَابِ یہ معاملہ بہت اہم ہے اس لئے کہ واقعہ یہی ہے کہ جہاں بحث نیکی کی ہوگی تو ترتیب بدل جائے گی -- لیکن جہاں ارکان اسلام کی گفتگو ہوگی تو ترتیب وہی رہیگی جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے : بنی الاسلام علٰی خمس - - - الیٰ الآخر مگر چونکہ یہاں بحث ہے نیکی کی حقیقت سے لہذا یہاں اُس کی مناسبت سے ترتیب قائم کی گئی کہ انسان کے عملی رویے میں نیکی کا ظہورِ اوّل " انسانی ہمدردی " کی صورت میں ہوگا - قرآن مجید اس پر جس قدر زور دیتا ہے اس کا اندازہ آپ چوتھے پارے کی پہلی آیت سے بخوبی لگا سکتے ہیں - جس کے متعلق میرا حسن ظن ہے کہ آپ میں سے اکثر حضرات کو یاد ہوگی اس میں یہ معاملہ بہت نمایاں ہو کر آتا ہے : فرمایا - لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - " نیکی کو تو تم ہرگز پہنچ ہی نہیں سکتے جب کہ تم خرچ نہ کرو وہ چیز جو تمہیں محبوب ہے " وہ نہیں جو دل سے اُتر گئی ہو - وہ چیز بھی نہیں جو از کار رفتہ ہو گئی ہو بلکہ وہ چیز جو محبوب ہے اگر اُسے تم خرچ نہیں کر سکتے اللہ کی راہ میں اپنے ابنائے نوع کی تکلیف کو رفع کرنے میں تو یہ جان لو کہ نیکی میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا -

یہ بات جان لیجئے کہ ہر لفظ کا ایک مفہوم ہوتا ہے - ہر اصطلاح کی ایک

Connotation ہے مثلاً کوئی شخص عالم ہے تو علم کا ایک اپنا مفہوم ہے۔ کوئی شخص زاہد ہے۔ تو زُہد کا اپنا ایک مفہوم ہے۔ کوئی عابد ہے تو عابد کا اپنا ایک مفہوم ہے۔ لیکن از روئے قرآن وہ شخص نیک نہیں ہو گا جس کے اندر انسانی ہمدردی کا وصف موجود نہ ہو۔ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۔ یہ بات قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی بڑے مختلف پیراؤں میں آئی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کا معاملہ تو یہ ہے کہ "اک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں" سورۃ اللیل میں فرمایا کہ "لوگو! تمہاری سعی وجہد اور بھاگ دوڑ کے نتائج بڑے مختلف ہیں، متضاد ہیں : فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ایک راستہ وہ ہے کہ جس کا پہلا قدم ہے "اعطاء" اور جود وسخا۔ وہ آسانی کی طرف لیجانیوالا ہے۔ اس کے برعکس راستہ وہ ہے جس کا پہلا قدم ہے بخل ـــ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ۔ اسی طرح سُورہ البلد میں فرمایا: "ہم نے انسان پر کیسے کیسے احسانات کئے۔ اُسے کیا کیا نعمتیں دیں : اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ " کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور اس کو دونوں راہیں نہیں سمجھا دیں۔ لیکن یہ انسان بڑا تھڑ دِلا ثابت ہوا کم ہمت نکلا۔ یہ گھاٹی عبور نہ کر سکا ـــ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ " اور کیا سمجھے تو وہ گھاٹی کونسی ہے وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَۃُ ۔ وہ وادی یہ ہے کہ فَکُّ رَقَبَۃٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ کسی گردن کو چھڑا دینا۔ کسی کی گلو خلاصی کرا دینا۔ کسی کو کھانا کھلانا قحط

کے ایام میں جب اپنے لالے پڑے ہوتے ہوں۔ کسی یتیم کو جو قرابت دار بھی ہے، کسی مسکین کو کہ جو خاک میں رُل رہا ہے — یہ ہے اصل گھاٹی۔ اگر انسان اس کو عبور کر لے اور پھر ایمان لائے تو وہ ایمان ہوگا نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ — ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ ۔ تقریباً سورۃ العصر کا مضمون اس آیت میں پھر آگیا ہے اس لئے کہ یہ بات بہت اہم ہے۔

اس موقع پر میں چاہوں گا کہ چند احادیث نبوی بھی آپ کو سنا دوں۔ جن میں اسی مفہوم کو نہایت جامع طور پر بیان کیا گیا ہے اور جو حکمت کے بڑے بڑے خزانے ہیں جسے "کوزے میں دریا کا بند کرنا" کہتے ہیں۔ اسی انداز میں چھوٹی چھوٹی احادیث میں حضورؐ نے حکمت کے خزانے بند فرما دیے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ یُحْرَمُ الرِّفْقَ فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ ۔" جو شخص دل کی نرمی سے محروم رہا وہ کل کے کل خیر سے محروم ہو گیا"۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ فرماتے ہیں لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَا یَرْحَمُ النَّاسَ ۔ " اللہ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا "۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ نے فرمایا: اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ " مخلوق کل کی کل اللہ کے کنبے کے مانند ہے"۔ تو اگر اللہ سے محبت ہے تو کیا اسکے کنبے سے محبت نہ ہوگی۔ یا ایک حدیث قدسی میں الفاظ آتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شکوہ کرے گا اے میرے بندے میں بھوکا تھا۔ میں نے تجھ سے کھانے کو مانگا تو نے مجھے کھلایا نہیں۔ اے میرے بندے میں ننگا تھا میں نے تجھ سے کپڑا چاہا کہ مجھے پہنا دے۔ تو نے مجھے نہیں دیا۔ بندہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار تو پاک ہے اس سے کہ تجھے بھوک طاری ہو اور تجھے عریانی لاحق ہو۔ اللہ فرمائے گا کہ میرا وہ فلاں بندہ جو اُس وقت حاضر ہوا تھا جو بھوکا تھا اس کا جو ہاتھ تیرے سامنے

دستِ سوال بن کر آیا تھا۔ وہ میرا ہی ہاتھ تھا؛ یہ ہے اہمیت ہمارے دین میں اس آیت کے حوالے سے اُس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ اس میں پھر ایک ترتیب بھی ہے اور وہ ترتیب بڑی فطری ہے۔ سب سے پہلے قرابت دار، آپ کے اپنے قریبی عزیزوں میں سے جو مشکل میں ہوں تکلیف میں ہوں۔ سب سے پہلے آپ کے سلوک کے مستحق وہ ہیں۔ پھر وہ یتیم جو معاشرے میں بے سہارا ہے۔ پھر مسکین۔ مسکنت کہتے ہیں کم ہمتی کو۔ جن کی ہمت جواب دے گئی ہو۔ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو پا رہا ہو۔ خود کفیل نہیں ہو رہا ہو۔ پھر وہ شخص کہ جو حالتِ سفر میں ہے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی وجہ سے سفر میں محتاج ہو جائے۔ پھر وہ شخص کہ جو دستِ سوال دراز کر رہا ہے۔ آپکو نہیں معلوم کہ کیا احتیاج اُسے لاحق ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی خودی اور عزتِ نفس کو ہتھیلی پہ رکھ کر آپ کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ پھر یہ کہ جسکی گردن کہیں کسی مخمصے میں پھنس گئی ہو۔ پچھلے زمانے میں یہ غلامی کا معاملہ تھا اور آج اس کا مصداق ہونگے وہ لوگ جو قرض کے پھندے میں اس طرح پھنس جائیں کہ کتنے ہی ہاتھ پاؤں مار رہے ہوں اُس سے نکل نہ رہے ہوں ـــ تو یہ ترتیب بھی بڑی حکمت پر مبنی ہے لیکن وقت کی کمی کے باعث اس کی تفصیل کا موقعہ نہیں ہے۔

اب آگے چلئے فرمایا: وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ۔ ـــ صلوٰۃ کیا ہے؟ زکوٰۃ کیا ہے؟ ان کے لغوی معنی کیا ہیں؟ اس پر گفتگو اس وقت نہیں ہو گی۔ ہمارے منتخب نصاب میں یہ مضامین اپنے وقت پر آئیں گے۔ یہاں صرف یہ نوٹ کیجئے کہ درحقیقت انکا ایک گہرا ربط ہے اس نیکی کی بحث میں ـــ اب تک دو باتیں آئی تھیں ایک نیکی کی رُوحِ باطنی ایمان ـــ ایک اُسی رُوحِ باطنی کا مظہر اوّل "خدمتِ خلق" اپنا مال صرف کرنا ابنائے نوع کی تکلیف کو دُور کرنے میں ـــ اب آپ دیکھیں کہ صلوٰۃ

اور زکوٰۃ کا تعلق لازم و ملزوم کا ہے - اُس ایمان کو تروتازہ رکھنے والی چیز، ایمان کی آبیاری کرنے والی چیز نماز ہے - ایمان تروتازہ رہے - مستحضر رہے اللہ سے تعلق قائم رہے - آخرت کی یاد دل میں موجود رہے - اِن امور کیلئے اوّل ترین مقدّم ترین شے نماز ہے - گویا ایک ستون ہے جو گاڑ دیا گیا ہے - اُس ایمان کو تروتازہ رکھنے کے لئے زکوٰۃ جو ہے وہ اُس انفاقِ مال کے لئے ہے جو الفاظ میں اب استعمال کر رہا ہوں ان پر توجہ کیجئے - دورِ جدید میں ایک Concept ہے STARTER کا کسی بھی کام کی ابتداء کرنا — گویا انفاقِ مال کی جتنی ہدایات بیان ہوئیں، اُن کے آغازِ کار کے طور پر ایک چیز وہ ہے جو فرض کر دی گئی ہے - اور وہ زکوٰۃ ہے - یہ تو ہر حال میں دو - لامحالہ دو - لازماً دو - نہ دینا چاہو گے تو زبردستی لے لی جائے گی - اس میں اصل میں وہ Concept آپ کے سامنے آنا ہے - جو Static-Friction کا فزکس (Physics) میں آپ پڑھتے ہیں - کوئی چیز کھڑی ہو تو اس کو حرکت میں لانے کے لئے بہت زیادہ قوت استعمال کرنی پڑتی ہے - چل پڑے تو اب ذرا سی قوت بھی اُسکی حرکت کو برقرار رکھ سکے گی - تو انفاق کی راہ پہ چلانے کے لئے زکوٰۃ ہے - دل پر جو بندش ہے مال کی محبت کی وہ کسی طرح ٹوٹے - مٹھی کے اوپر جو مہر لگی ہوئی ہے اُس مہر کو توڑ دینے والی چیز زکوٰۃ ہے — اب جب ایک چیز کا آغاز ہو گیا تو پھر صدقاتِ نافلہ، مزید خرچ کرنا - جس کی کوئی حد نہیں ہے - جس کے بارے میں قرآن میں وہ آیت بھی آتی ہے کہ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ — یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں، اللہ کی راہ میں - اس پر جو اتنا زور دیا جا رہا ہے تو اس کی آخری حد کیا ہے! اے نبیؐ! ان کو بتا دیجئے جو بھی تمہاری ضرورت سے زائد اور فاضل ہے اس کو دے ڈالو — اور ایک حدیث میں

حضورؐ نے اسی آیت کے حوالے سے فرمایا کہ لوگو! یہ مغالطہ تمہیں نہ ہو جائے کہ مال میں جو حق ہے وہ صرف زکوٰۃ ہے ادا کر دیا تو بس سارا حق ادا ہو گیا۔ اِنَّ فِی المالِ لحقٌ سوی الزکوٰۃ ۔ اچھی طرح جان لو کہ تمہارے اموال میں زکوٰۃ کے سوا بھی۔ اس سے زائد بھی حق ہے۔ اور پھر آپؐ نے سورہ بقرہ کی یہ آیت پڑھی کہ دیکھو اس میں زکوٰۃ کا ذکر علیحدہ ہے اور وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ کا ذکر جُدا ہے۔

آگے چلیئے جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ معاملاتِ انسانی کے ضمن میں ایفائے عہد کی بڑی اہمیت ہے۔ ہمارے سارے معاملات معاہدوں (contract) پر مبنی ہوتے ہیں۔ ایک مزدور کو آپ نے آٹھ گھنٹے کام کرنے کے لئے رکھا اور اس کی ایک اُجرت آپ نے مقرر کی۔ یہ ایک معاہدہ (Contract) ہے۔ اسی طرح کسی کو اگر ماہانہ اُجرت پر ملازم رکھا گیا ہے تو وہ بھی ایک معاہدہ ہے۔ یہ فرائض ہیں جو ادا کرنے ہیں اور یہ وہ اُجرت (Remuneration) ہے جو تمہیں اس کے عوض ملے گی۔ کاروبار تو آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت سارا ہی (Contract) کی بنیاد (Basis) پر ہے۔ سپلائی ہو یا تعمیرات کا کام ہو سب معاہدے کے تحت ہو رہے ہیں بلکہ جو ہمارے سوشل معاملات ہیں وہ بھی اکثر و بیشتر معاہدہ کی بنیاد پر چل رہے ہیں۔ چاہے وہ تحریری معاہدے (Written Contracts) نہ ہوں۔ چنانچہ آپ کے علم میں ہے کہ شادی کو ایک سماجی و عمرانی (Social Contract) قرار دیا گیا ہے یہ ایک عمرانی معاہدہ ہے۔

آخری بات اب آئی وَالصّٰبِرِیْنَ ۔ یہاں صابرون نہیں کہا صابرین کہا۔ تفصیل کا وقت نہیں ہے۔ اسی کی وجہ سے میں نے ترجمے میں ایک

لفظ کا اضافہ کیا تھا وہ تھا "خصوصاً" گویا مطلب ہوا - واخص الصابرین بذکرھم خاص طور پر ذکر ہے صبر کرنیوالوں کا - اور صبر کس چیز میں! فقر و فاقہ، تنگی اور جسمانی یا ذہنی کوفت اور اذیت کے مواقع پر - پھر نقد جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جنگ میں آجانے کے مرحلے پر - اس بات سے ایک چیز تو آپ کے سامنے واضح ہوجانی چاہیئے وہ یہ کہ بڑا بنیادی فرق ہے ایک راہبانہ تصور نیکی میں اور قرآن کے اس تصور نیکی میں جو اس آیت کریمہ میں بیان ہو رہا ہے - راہبانہ تصور نیکی میں نیک لوگ میدان چھوڑ کر معاشرے سے فراریت اختیار کر کے غاروں میں پہاڑوں میں کہیں جنگلوں میں جا کر تپسیائیں کرتے ہیں - اسلام کا معاملہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو عین معاشرے اور تمدن کے منجدھار میں رکھ کر نیکی کی تلقین کرتا ہے - پھر یہ کہ یہاں پسپائی نہیں ہے بلکہ بدی کے ساتھ کشمکش، پنجہ آزمائی، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کا سبق اور تلقین ہے - نیکی کا دنیا میں بول بالا کرنے کے لئے مصائب جھیلنا، فقر و فاقہ برداشت کرنا، یہاں تک کہ جان کی بازی کھیل جانا نیکی کی معراج ہے — دنیا میں جو نظام ہائے اخلاق رائج ہیں، ان میں ایک تصور ہوتا ہے کہ خیرِ اعلےٰ کیا ہے! سب سے اونچی نیکی کونسی ہے! تو اسلام کی سب سے اونچی نیکی اور نیکی کا جو بلند ترین مقام ہے، وہ یہ ہے کہ نیکی کی ترویج کے لئے، خیر کی تلقین کے لئے، حق کے بول بالے کیلئے، صداقت کے قیام کے لئے اور نظام عدل و قسط کے قیام کے لئے اپنی گردن کٹوا دو - چنانچہ اسی سورۃ بقرہ میں چند رکوع پہلے وہ آیات آئی ہیں کہ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ - جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں، ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم محسوس

نہیں کرتے اور یہ مضمون ختم ہوتا ہے ان الفاظ مبارکہ پر: وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ
الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔
اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُهْتَدُوْنَ ○ علامہ اقبال نے جو کہا ہے کہ ؎

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

تو یہ انداز علامہ اقبال نے قرآن حکیم کی اس آیت سے اخذ کیا ہے جو سورہ صف میں آئی۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۔" اللہ کے محبوب بندے وہ ہیں، اللہ کی محبت ان سے ہے جو اس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، صفیں باندھ کر۔ گویا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں" یہاں ضمناً وہ بات بھی سامنے آگئی جو میں نے اس آیۂ بِرّ پر جو سب سے پہلی نشست ہوئی تھی اس میں عرض کی تھی کہ اس آیت مبارکہ میں اگرچہ تواصی بالحق کا لفظاً ذکر نہیں ہے لیکن طبعًا ذکر موجود ہے اور یہ بات از خود سامنے آرہی ہے کہ وہ لوگ جن کے ذہن و قلب میں ایمان کی روشنی ہے، جو خادم خلق ہیں، جن کی کیفیت یہ ہے کہ ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

جو نماز اور زکوٰۃ پر کاربند ہیں، جو ایفائے عہد پہ کاربند ہیں ان کی جنگ کس مقصد کے لئے ہوسکتی ہے۔ ان کی جنگ نفسانیت کے تحت نہیں ہوسکتی۔ ان کی یہ جنگ ہوس ملک گیری کے لئے نہیں ہوسکتی۔ بلکہ فی سبیل اللہ (IN THE CAUSE OF ALLAH) ہی ہوسکتی ہے۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

تو معلوم ہوا کہ سورۃ العصر کے وہ چاروں مضامین یہاں موجود ہیں ۔ جسطرح اُس سورۃ مبارکہ میں کامیابی کے چار لوازم کا بیان ہوا یہاں اُسی کو ایک نئے پیرائے میں نئے انداز میں، ایک نئے اسلوب اور نئے سلسلہ کلام (Context) میں، ایک نئی بحث کے ضمن میں واضح فرمایا گیا۔ حقیقتِ واحدہ وہی ہے جو سورۃ العصر میں آئی ۔ اُسی کو ہم نے ایک مرتبہ پھر ایک نئی رعنائی کے ساتھ اپنے سامنے دیکھ لیا ۔ اللہ تعالےٰ ہمیں نیکی کا جو صحیح مفہوم ہے اسکو سمجھنے کی اور اس کو اپنی شخصیتوں میں جذب کرنے کی توفیق دے ۔ اب آج کی گفتگو سے متعلق جو سوال ہوں ان کے لئے میں حاضر ہوں ۔

سوال : ڈاکٹر صاحب! آیۂ برّ میں تین ارکان اسلام کا ذکر کیا گیا ہے لیکن روزہ اور حج کا ذکر نہیں کیا گیا ۔ کیا یہ نیکی میں شامل نہیں ؟

جواب : میرا خیال ہے کہ وہ بات کسی درجے میں آچکی تھی ۔ قرآن مجید کسی جگہ پر کسی معاملے کے کسی پہلو کو زیر بحث لاتا ہے کہیں پر اس کے تمام پہلوؤں کو جمع کرتا ہے ۔ کہیں کسی اور پہلو کو فوکس میں لے آتا ہے ۔ اور یہ اجزاء کا مختلف جگہ پر آنا یہ اُس (Context) کے اندر ہوتا ہے کہ جس میں وہ مضمون آ رہا ہے ۔ تو یہاں ایمان کے ضمن میں نماز اور مال خرچ کرنے کے ضمن میں زکواۃ کا گہرا تعلق ہے لہذا اس مناسبت کے اعتبار سے انہی کو بیان کر دیا گیا ۔ ویسے تو جو حکم بھی اللہ نے دیا ہے وہ بجالانا فرض ہے ۔ لازم ہے ۔ اس کو بجالانا نیکی شمار ہوگا ۔

سوال : ڈاکٹر صاحب اس آیت میں مشرق اور مغرب کا ذکر آیا ہے ۔ تو مشرق اور مغرب سے صرف مختلف سمتیں مراد لی جائیں گی یا کچھ اور بھی مراد لیا جا سکتا ہے ؟

جواب : اس کو ایک محاورے یا استعارے کے انداز میں سمجھئے کہ تمام سمتوں

کا جب انسان احاطہ کرتا ہے اپنی گفتگو میں تو مشرق و مغرب یا شرق و غرب ہی استعمال کرتا ہے - جیسے علامہ اقبال نے کہا کہ ؏

درویشِ خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی

تو ایسے مقامات پر درحقیقت وہ سمتیں معین طور پہ مراد نہیں ہوتیں بلکہ ایک محاورے کے طور پہ تمام سمتوں کا ذکر اسمیں آجاتا ہے -

سوال : ڈاکٹر صاحب! یہاں مال خرچ کرنے کے مختلف مصارف کا ذکر کیا گیا ہے ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ - کیا سب پر خرچ کرنے سے اس آیت کا مقصد پورا ہوگا یا ایک پر بھی خرچ کر دینے سے مطلوب حاصل ہو جائے گا ؟

جواب : اصل میں مقصود تو انسانی ہمدردی اور ابنائے نوع کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنا ہے - اب ان کا انحصار حالات اور معاملات پہ ہوگا - ایک تو مقدار (QUANTITY) ہوئی دوسرے مواقع - پھر ان میں اوّلیت اور پھر ثانویت - جسکے پاس جتنی مقدرت ہے وہ اتنا ہی خرچ کرسکتا ہے - اُس میں اوّلیت رشتے داروں کو دی جائیگی - اگر کوئی صرف اتنا ہی خرچ کر سکتا ہو جس سے اپنے کسی غریب رشتے دار کی ضرورت پوری کر سکے تو اوّلین مستحق وہی ہوگا - اور اگر مزید خرچ کر سکتا ہے تو جتنا بھی اِس دائرے کے اندر آگے بڑھے وہ اتنا ہی اپنے لئے نیکی کا ذخیرہ مزید جمع کر رہا ہے -

حضرات! ہماری گفتگو تین نشستوں میں قرآن حکیم کی اس عظیم آیت کے بارے میں کسی درجے میں مکمل ہوئی ہے یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ صرف علم کا حصول یا معلومات کا خزانہ ذہن میں جمع کر لینا مفید نہیں ہوگا جب تک کہ وہ علم جو ہمیں قرآن اور حدیث رسولؐ سے حاصل ہو ، وہ ہماری شخصیتوں میں جذب نہ ہو - ہماری سیرت و کردار کا جزو نہ بنے - لہٰذا ہماری ساری کوشش

اس بات کے لئے ہونی چاہیئے کہ قرآن کا جو پیغام ان نشستوں میں ہمارے سامنے آرہا ہے ، دین کی جو تعلیمات، اس کے جو تقاضے ہم پر واضح ہورہے ہیں، ہم اُن پر امکانی حد تک عملاً کاربند ہوتے کا عزم وارادہ اور ہمت کریں - اور اس کیلئے اللہ تعالےٰ سے ہر وقت توفیق طلب کرتے رہیں کہ اللّٰھم ثبت قلوبنا واقدامنا علی دینکَ -

وَآخر دعوانا ان الحمد للہِ رَبّ العٰلمین

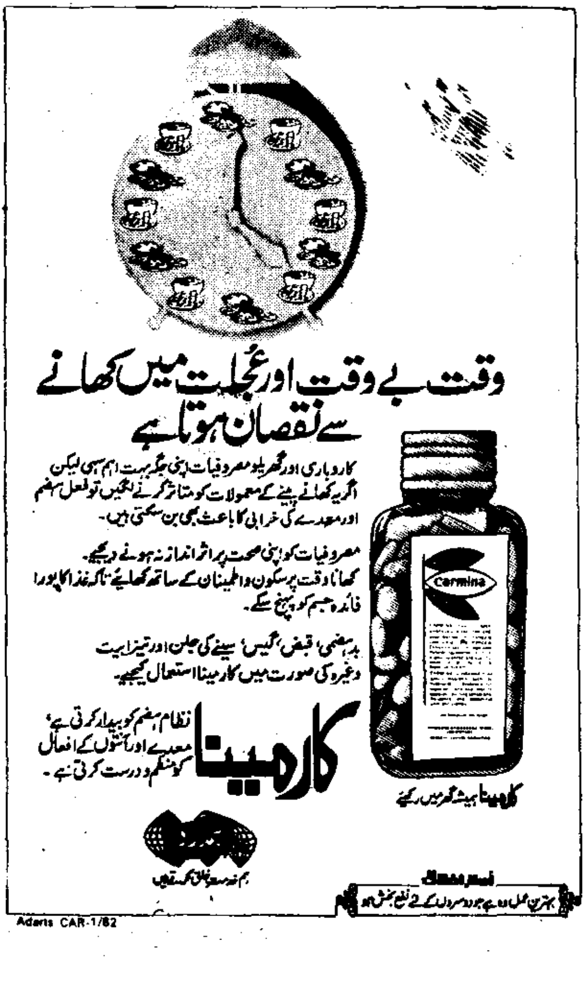

امپورٹ - ایکسپورٹ کا قابلِ فخر ادارہ

رینبو انٹرنیشنل

برآمدی اشیاء

آرٹ سلک فیبرکس گارمنٹس ❖ بیڈ شیٹس
کاٹن کلاتھ ❖ کاٹن گارمنٹس ❖ احرام تولیہ ❖ تولیہ
ہینڈی کرافٹس ❖ لکڑی کا فرنیچر -

درآمدی اشیاء

لاکھ دانہ ❖ سٹکر فلم ❖ سوچ سٹارٹر
ربڑ لیٹکس ❖ پولیسٹر ریان -

مرکزی دفاتر

I فلور غلام رسول بلڈنگ ۶ شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور
ذیلی دفاتر:- کراچی - فیصل آباد -

بسم اللہ اوّلہ وآخرہ

اِصلاح معاشرہ کا اِنقلابی پہلو

ڈاکٹر اسرار احمد کا

ایک فکر انگیز خطاب

گذشتہ سے پیوستہ

ترتیب وتسوید : جمیل الرحمٰن

ایک بات کی یہاں وضاحت کرکے آگے چلوں گا، وہ یہ کہ اظہار دین الحق علی الدّین کلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تکمیلی مرحلہ ہے۔ یہ وہ منصب ہے کہ جو آں حضورؐ کے سوا کسی نبی یا رسول کو فرض منصبی کے طور پر عطا نہیں ہوا۔ یعنی اس مقدس جماعت کی ذمہ داری یہ تو تھی کہ وہ نظامِ عدل وقسط کے قیام کی سعی اور جدّوجہد کرے۔ لیکن بذاتِ خود اس کام کو تکمیلی شان تک پہنچانا نبی اکرمؐ کا منصب قرار دیا اور آں حضورؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں جزیرہ نمائے عرب پر اظہار دین الحق علی الدین کلہ کی تکمیل فرمادی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ویسے تمام انبیاء ورسل کی طرح نبی اکرمؐ شاہد بھی تھے اور شہید بھی۔ مبشر بھی تھے اور نذیر بھی، داعی الی الخیر بھی تھے اور مبلّغ بھی۔ مذکِّر بھی تھے اور واعظ بھی۔ مربّی بھی تھے اور مزکّی بھی۔ معلّم بھی تھے مدرس بھی۔ رحمت بھی تھے اور رافت بھی۔ الغرض یہ جملہ شانیں بھی بکمال وتمام آپؐ میں موجود تھیں۔ لیکن آں حضورؐ کی امتیازی شان اظہارِ دین الحق علی الدین کلہ ہے اور آپؐ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) تئیس۲۳ سالہ جان گسل محنت ومشقت جمیل کر اس

دینِ حق اور نظامِ عدل و قسط کو جزیرہ نما عرب میں بالفعل قائم فرما دیا اور اس طرح امرِ الٰہی "اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ" کی مکمل و اتم طور پر تعمیل فرما دی ۔ اس موقع پر یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ آں حضورؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے یہ نظام "حدید" کی قوت سے قائم کیا ۔ اسی لئے مدینۃ النبیؐ میں تمکن کے بعد آپؐ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں سیرت کی کتابوں میں "غزوات" کا ذکر کثرت سے ملتا ہے ۔ محض دعوت و تبلیغ سے نظامِ عدل و قسط کبھی قائم نہیں ہو سکتا ۔ اگر ہو سکتا ہوتا تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قائم کر کے دکھاتے ۔ لیکن تاریخ انسانی میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے کہ دعوت و تبلیغ سے کوئی نظام اپنی بنیاد سے لیکر اپنی چوٹی تک تبدیل ہو جائے ۔ انقلابات محض وعظ و نصیحت سے نہیں آیا کرتے ۔ اس کے لئے انقلابی جد و جہد ناگزیر ہے، جس میں صبر و مصابرت (Passive Resistance) سے لیکر اقدام (Active Resistance) اور مسلح تصادم (Armed Conflict) کے تمام مراحل سے گزرنا لابدًا لازم ہے ۔ دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت سے چند لوگوں کی سیرت و اخلاق درست ہو سکتے ہیں اور ان کی انفرادی زندگیوں میں تھوڑا سا نکھار آسکتا ہے ۔ لیکن نظامِ عدل و قسط قائم نہیں ہو سکتا ۔ اس راستے میں ان طبقات کی طرف سے شدید ترین مزاحمت ہوتی ہے جو Haves ہیں ۔ جنہوں نے لوگوں کا خون چوسا ہوتا ہے اور چوس رہے ہوتے ہیں جو مراعات یافتہ طبقات (Privileged Classes) ہیں ۔ جن کے مفادات (Vested Interests) رائج ظالمانہ اور غیر عادلانہ نظام سے وابستہ ہوتے ہیں کبھی یہ لوگ اس کو گوارا نہیں کر سکتے کہ نظامِ عدل و قسط قائم ہو ۔ اسی لئے فرمایا گیا : وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۔ اور وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۔ اور اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ ۔ مشرکین کی ناگواری، ان کی مزاحمت و مخالفت کے علی الرغم اور باوصف نظامِ عدل و

قسط اور دین حق کے قیام کے لئے کام کرنا ہے لہذا حدید کی قوت دی گئی: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور شاید تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو پھر اس قتال فی سبیل اللہ اور قتال فی اقامۃ نظام العدل والقسط کی اہمیت کے لئے فرمایا گیا: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ اور اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ محمد نے وہ نظام قائم کیا، صلی اللہ علیہ وسلم، جس کی برکات سیرت مطہرہ اور تاریخ کے مطالعہ سے روز روشن کی طرح ہمارے سامنے آتی ہیں۔ کس طرح سماجی اونچ نیچ ختم ہوئی ہے۔ کس طرح انسان ایک سطح پر آیا ہے اور اس آیت کا نقشہ چشم فلک نے دیکھا ہے۔ یاایہا الناس کونوا عباد اللہ اخوانا ۔ اور حضورؐ کے اس ارشاد کی عملی تصویر نوع انسانی نے دنیا میں اجتماعی طور پر پہلی بار دیکھی کہ: لَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ فَضْلٌ وَّلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ فَضْلٌ وَّلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَبْيَضَ فَضْلٌ وَّلَا لِاَبْيَضَ عَلٰى اَسْوَدَ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰى كُلُّكُمْ بَنِيْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ ۔ اور بقول علامہ اقبال مرحوم

ع یہ تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے ۔ اور ؎

کل مومن اخوۃ اندر دلش　　　حریت سرمایۂ آب و گلش

تاشکیب امتیازات آمدہ　　　در نہاد او مساوات آمدہ

یہ مساوات سماجی مساوات ہے، اس کو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا ہے اور اس شان سے قائم کیا ہے کہ جب بنی مخزوم کی ایک سارقہ کی جس پر قطع ید کی سزا کے نفاذ کا حضورؐ فیصلہ فرما چکے تھے، آپؐ کے پاس سفارشات پہنچیں تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس

کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا" (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) پھر اس معاشی عدل کا نظام برپا کیا ہے جس کے بارے میں بیعتِ خلافت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پہلے خطبے کے اس ارشاد کو ذہنوں میں تازہ کیجئے کہ "لوگو! تم میں سے ہر قوی میرے نزدیک ضعیف ہوگا جب تک اس سے حق وصول نہ کر لوں اور تم میں سے ہر ضعیف میرے نزدیک قوی ہوگا جب تک اُسے اس کا حق پہنچا نہ دوں"۔ یہ ارشاد درحقیقت (POLICY STATEMENT) ہے - جو خلافت علیٰ منہاج النبوہ کی غرض وغایت کو واضح کر رہا ہے - پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وہ تاریخی جملہ یاد کیجئے کہ عمر کو خوف ہے کہ اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کُتا بھوک سے مر گیا تو آخرت میں مجھ سے مؤاخذہ نہ ہو جائے" اُمّت کے دو گلہائے سرسبد کے احساسات وتاثرات میں یہ شدّت کیوں تھی! یہ اس لئے تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نظام عدل وقسط قائم کرنے کا حکم دیا گیا تھا: وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ اور آپؐ کی بعثت کا امتیازی وتکمیلی مقصد یہ تھا کہ: هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ - اور خلافتِ راشدہ درحقیقت نبوتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا تسلسل، تتمہ وتکملہ تھی - اسی لئے اسے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے -

خلافت فاروقی کے دور کے ایک عجیب واقعہ کا ذکر کتب تواریخ میں ملتا ہے - حضرت سعد ابن ابی وقاص فاتح ایران رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک ایرانی سپہ سالار نے دریافت کرایا تھا کہ آخر ہوا کیا ہے - ! تم ہم پر کیوں چڑھ دوڑے ہو - ! کوئی سرحدی تنازعہ بھی نہیں ہے - پہلے بھی تم لوگ آیا کرتے تھے قبائلی تاخت (Tribe Raids) ہوتی ہی رہتی تھی اور یہ قبائلی لوٹ مار کے بعد واپس چلے جایا کرتے تھے - لیکن اب تم ٹلنے کا نام نہیں لے رہے - یہ انقلاب کیسا ہے - ؟ اس کا جو جواب حضرت

سعد ابنِ ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دیا ہے، میں چاہوں گا کہ آپ حضرات اس کو اپنے ذہنوں میں کندہ کر لیں - انہوں نے جواب میں فرمایا:

إِنَّا قَدْ أُرْسِلْنَا لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنْ ظُلُمَاتِ الْجَهَالَةِ إِلَىٰ نُوْرِ الْإِيْمَانِ وَمِنْ جَوْرِ الْمُلُوْكِ إِلَىٰ عَدْلِ الْإِسْلَامِ -

" پہلے ہم خود آیا کرتے تھے اور طلب منفعت اور دولت کی حرص ہمیں لایا کرتی تھی اور ہم آیا کرتے تھے اور اس غرض کو پورا کر کے واپس چلے جاتے تھے - لیکن اب ہم خود نہیں آئے — میں آیا نہیں لایا گیا ہوں — ہم بھیجے گئے ہیں - اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث فرمایا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بنی نوع انسان کی طرف بھیجا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کی جہالت کے اندھیروں سے نورِ اسلام کی طرف رہنمائی کریں اور لوگوں کو بادشاہوں کے جور و ستم اور تعدی و عدوان سے نکال کر اور نجات دلا کے اسلام کے نظام عدل سے روشناس کرائیں"

اب تو یہ حضرات مشنریز ہیں ((They are on a Mission))

اب بات دوسری ہے - وہ نہیں ہے جو پہلے ہوا کرتی تھی — یہ ہے وہ بات جو میں آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کے نزدیک نظامِ عدل و قسط کے قیام کی اہمیت کیا ہے! — اس کا میرے آج کے موضوع سے جو تعلق ہے! اُسے پھر ذہن میں تازہ کر لیجئے کہ اصلاح معاشرہ کی کوئی کوشش اس معاشرے میں بار آور نہیں ہو سکتی جس میں ظلم ہو گا - ناانصافی ہو گی - عدوان ہو گا - چونکہ ظلم و تعدّی بے چینی کو جنم دینے والے عوامل (FACTORS) ہیں - ان سے بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے - ان سے لوگوں کی ایک عظیم اکثریت ڈھور ڈنگروں کی سطح تک گرا دی جاتی ہے - جس کے نتیجے میں حساس لوگوں میں انتقام کی آگ بھڑکتی ہے

ان کے جذبات اور ان کے دل انتقام کی آگ کی بھٹیاں بن جاتے ہیں۔ یا تو بے حسی اتنی غالب ہوگی کہ لوگ ڈھور ڈنگر بن جائیں گے یا اس کا ردِّعمل یہ ہوگا کہ حسّاس لوگ باغی اور منتقم بن کر اقتدار وقت اور استحصالی طبقات کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور آگ و خون کے دریا بہیں گے ــــ ظالمانہ اور استحصالی نظام میں وہ فضا کسی صورت میں پیدا ہی نہیں ہوسکتی جو خیر اور بھلائی اور مثبت کردار اور تعمیر سیرت و اخلاق کے لئے سازگار ہو ــــ اس ضمن میں اس موقع پر علامہ اقبال کے وہ اشعار آپ کو سنا دینا ضروری سمجھتا ہوں جن کے بارے میں آج میرے دل میں یہ احساس جاگا ــــ یہ میں اپنے دل کی بڑی خفیہ بات آپ کو بتا رہا ہوں۔ وہ یہ کہ جیسے امام شافعی رحمہ اللہ نے سورۃ العصر کے بارے میں فرمایا تھا کہ: لَوْلَمْ یُنَزَّلْ مِنَ الْقُرْاٰنِ سِوَاھَا لَکَفَتِ النَّاسَ "اگر قرآن میں اس سورۂ مبارکہ کے سوائے اور کچھ بھی نازل نہ ہوتا تو صرف یہ سورت ہی لوگوں (کی ہدایت) کے لئے کافی ہوتی" میں بلا تشبیہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر علامہ اقبال کا کوئی کلام نہ ہوتا سوائے ان اشعار کے تو یہ اشعار انکی عظمت کا لوہا تسلیم کرانے کے لئے کافی ہوتے۔ ان اشعار میں آپ کو علامہ کے فکر کی بلندی انتہا تک پہنچی ہوئی نظر آئے گی اور آپ کے سامنے یہ حقیقت آئے گی کہ پیر رومی کا یہ مرید ہندی کس شان کے ساتھ آیات قرآنیہ اور ان کے مطالب و مفاہیم کو کس آب و تاب اور شان سے لا رہا ہے ــــ علامہ فرماتے ہیں۔

چیست قرآن خواجہ را پیغام مرگ　　دستگیر بندۂ بے ساز و برگ
ہیچ خیر از مردکِ زر کش مجو　　لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا

دیکھئے اس شعر کا دوسرا مصرع قرآن کی آیت پر مشتمل ہے۔ زر اندوزی کرنے والا اور اس سے محبت کرنے والا اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ۔ اس سے کسی خیر کی توقع نہ کرو۔ چاہے اس کے پاس حجوں اور عمروں کے انبار موجود ہوں۔ چاہے تہجدیں ہوں۔ چاہے کتنی ہی مفروضہ اور نفلی

عبادات ہوں - قرآن کا فتویٰ یہ ہے کہ : لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا - اس آیت میں جو زور ہے اسی کا ایک عکس علامہ کے پہلے مصرع میں ہے کہ ہیچ خیز از مردک زرکش مجو!

اب آگے دیکھئے علامہ ہمارے رائج الوقت نظام حیات کے معاشی پہلو پر کس طرح تنقید کرتے ہیں - ہمارے نظام معیشت کے دو ستون ہیں ایک کاروبار یا صنعت و حرفت، دوسرا مزارعت - ان دونوں کی بنیاد میں ربا (سود) رچا بسا ہوا ہے - مزارعت کی رائج الوقت صورت کو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا قرار دیا ہے - قَدْ اَرْبَيْتُمَا فَرُدَّ الْاَرْضَ اِلٰى اَهْلِهَا وَخُذْ نَفَقَتَكَ " تم لوگوں نے ربا کا معاملہ کیا ہے تم زمین اس کے مالکوں کو دیدو اور اپنا خرچہ لے لو - مزارعت کی اس صورت کے متعلق کہ بٹائی پر زمین زراعت کے لئے دی جائے اگر فصل کسی وجہ سے برباد ہو جائے تو مالکِ زمین کا حبہ برابر نقصان نہ ہو اور مزارع خالی ہاتھ رہ جائے اس کی ساری محنت اکارت جائے اور وہ مزید زیربار ہو جائے اس کی بابت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قطعیت کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ حرام مطلق ہے امام مالک رحمہ اللہ بھی اسے قطعیت کے ساتھ حرام مطلق قرار دیتے ہیں - ہمارے پنجاب کے چیف جسٹس جاوید اقبال صاحب نے جو علامہ کے فرزندِ ارجمند ہیں، حال ہی میں ایک تقریر میں جو بات کہی ہے، بڑی صحیح کہی ہے - ہمارے ہاں بھی Law of Necessity (نظریہ قانونِ ضرورت و احتیاج) چلا ہے اور اس Law of Necessity نے جہاں ملوکیت کو سندِ جواز عطا کی ہے وہاں اس زمینداری اور جاگیرداری کو بھی سندِ جواز عطا کی - اس لئے کہ جب وہ نظام عملاً برپا ہو گیا تو اب کیا کریں! جب فوج اقتدار پر قابض ہو گئی تو کونسی سپریم کورٹ ہو گی جو اس سے اقتدار چھین سکتی ہو! ایسے حالات میں تو Law of Necessity کے تحت سندِ جواز دینی ہی پڑے گی - چاہے اُسے مشروط ہی کیوں نہ کر دیا جائے۔ چونکہ اس مشروط کی پرواہ آخر کون کرے گا - اور اگر کوئی نہ کرے تو کون

مائی کالال ہوگا جو ان شرائط پر عمل درآمد کرنے پر کسی فوجی آمر کو مجبور کر سکے - ! اسی طریقے سے جب جاگیرداری اور زمینداری عملاً معاشرے میں رواج پا گئی تو قاضی ابو یوسفؒ اور قاضی ابو محمدؒ کیا کریں ! امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کیا کریں - ! یہ متاخرین ہیں — وہ جو چوٹی کے لوگ ہیں جن کو اساتذہ کرام کا مقام حاصل ہے جو امام الائمہ کا رتبہ رکھتے ہیں ، ہمارے یہاں فقہ کا وہ مکتب جو عموماً قیاس و رائے پر مبنی سمجھا جاتا ہے اس کے جو رجل اعظم ہیں وہ یقیناً امام ابو حنیفہ ہیں رحمۃ اللہ علیہ - باقی آنے والے انہی کے خوشہ چین ہیں — اور حدیثِ رسول علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام پر مبنی فقہ اس میں اوّلیت و اقدمیت کس کے لئے ہے - ع الفضل للمتقدمین کے اعتبار سے وہ امام مالک بن انس ہیں رحمۃ اللہ علیہ — یہ دونوں امام مزارعت کی حرمت پر متفق ہیں - امام مالکؒ کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ امام دارالہجرۃ ہیں۔ وہ امام مدینۃ الرسول ہیں - اہل مدینہ کا تعامل بھی ہمارے فقہاء کے نزدیک ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے - تو صرف لین دین اور کاروباری سُود ہی کو آپ ربا نہ سمجھئے جس کا اس شعر میں ذکر ہے جو میں آپ کو اب سنانے والا ہوں - اس میں ربا کا جو ذکر ہے اس میں رائج وقت مزارعت کو بھی شامل سمجھئے - میں نے شعر سنانے سے قبل اس کی قدرے تفصیل سے شرح کر دی ہے - علامہ فرماتے ہیں :-

از ربا آخر چہ می زاید فتن   کس نہ داند لذتِ قرضِ حسن
از ربا جان تیرہ دل چوں خشت و سنگ   آدمی درندہ بے دندان و چنگ

یہاں اس شہر لاہور میں وہ مردِ درویش رہا ہے - میری مراد مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے - جس کا اپنا کشف یہ تھا اور یہ کشف ایک دوسرے درویش کے ذریعہ سے ان کو حاصل ہوا تھا - سامعین میں سے بہت سے حضرات نے اس واقعہ کو پہلے بھی سنا ہوگا — یہ مولانا کا وہ زمانہ ہے جب ان کو انگریزی سامراج نے لاہور میں نظر بند کر رکھا تھا - اس دور کے مولاناؒ اپنا تجربہ نقل کرتے ہیں کہ میں ایک روز کشمیری

بازار میں گھوم رہا تھا کہ ایک خستہ حال درویش مجھے ملا اور اس نے مجھے کہا کہ "مجھے کسی انسان کا پتہ دو، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں" مولانا نے اپنی نوجوانی کی لاابالی کیفیت میں جواب دیا کہ "و تم کو اس بھرے بازار میں انسان نظر نہیں آتے ؟ کندھے سے کندھا چھل رہا ہے کھوے سے کھوا ٹکرا رہا ہے اور تم انسان تلاش کر رہے ہو۔ ؟" اس درویش نے کہا۔ "کہاں ہیں انسان۔ ؟ انسان آر زدست ! مجھے تو کہیں انسان نظر نہیں آ رہے۔ !" ۔ مولانا احمد علیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ پر بھی اس وقت یہ کیفیت طاری ہوئی کہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ کسی دکان پر خنزیر بیٹھا ہوا ہے۔ کہیں کوئی بھیڑیا ہے اور کہیں کوئی ریچھ ہے۔ سب کے سب درندے تھے۔ جو درحقیقت انسان کے لبادے میں براجمان تھے"۔ یہی بات ہے جو علامہ کہہ رہے ہیں : آدمی درندہ بے دندان و چنگ ـــــ آگے علامہ کہتے ہیں ؎

رزقِ خود را از زمین بُردن رواست ـــــ ایں متاعِ بندہ و ملکِ خداست
بندۂ مومن امین، حق مالک است ـــــ غیرِ حق ہر شئے کہ بینی ہالک است
رایتِ حق از ملوک آمد نگوں ـــــ قریہ ہا از دخلِ شاں خوار و زبوں
آب و نانِ ماست از یک مائدہ
دودۂ آدم کنفسِ واحدہ[1]

---

[1] زمین سے اپنے لئے رزق کا حصول جائز ہے (لیکن) یہ انسان کے لئے صرف استعمال کی چیز ہے۔ ملکیت صرف خدا کی ہے۔

۲ ۔ بندۂ مومن (اپنے مال و متاع کا صرف) امین ہے۔ مالک خدا ہے۔ خدا کے سوا جو کچھ دیکھتے ہو، سب فانی اور ہلاک ہوجانے والا ہے۔

۳ ۔ حق کا پرچم بادشاہوں کے باعث نیچا ہوجاتا ہے اور ان کی وجہ سے بستیاں کی بستیاں خوار و بدحال ہوجاتی ہیں۔

۴ ۔ ہمارا آب و دانہ ایک ہی دسترخوان سے ہے۔ اس لئے کہ آدم کا پورا خاندان ایک جان کی مانند ہے۔

میں ان اشعار کے ترجمے اور تشریح اس وقت نہیں کرونگا۔ البتہ یہ ضرور عرض کرونگا کہ بہرحال معاش کا مسئلہ یقیناً بہت اہم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور اگر کسی معاشرے اور نظام میں معاشی عدل قائم نہ ہو تو انسان سب سے زیادہ اس ناانصافی سے متاثر ہوتا ہے۔ اسی لئے علامہ اقبال نے یہاں تک کہہ دیا ہے ؎

کس نباشد در جہاں محتاجِ کس　　نکتۂ شرعِ مبیں این است و بس

حریت کچلی جا رہی ہو تو وہ بھی بڑی ناانصافی ہے۔ چنانچہ دورِ فاروقی میں ایک گورنر نے ــــ اور یہ گورنر بھی کون ــــ! فاتحِ ایران، یکے از عشرہ مبشرہ، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضؓ ــــ اپنے مکان کے باہر ایک ڈیوڑھی بنالی تھی اور ایک پہریدار بٹھا دیا تھا کہ جس پر حضرت عمر فاروق رضؓ نے وہ ڈانٹ بھیجی تھی کہ "اے سعد! لوگوں کو ان کی ماؤں نے آزاد پیدا کیا تھا۔ تم نے ان کو اپنا غلام کیسے سمجھ لیا"، پس حریت کی راہ میں رکاوٹ اور اس کا کچلنا بھی کسی درجہ میں پسند نہیں۔ لیکن یہ غیر منصفانہ معاشی تقسیم اور اس ضمن میں یہ ظالمانہ اور استحصالی نظام اور اس کے نتیجے میں Haves Have Nots کی طبقاتی تقسیم مستکبرین اور مستضعفین کے طبقات کا عملی ظہور، تو انسان کا شعور اور احساس اس کو بمشکل برداشت کرتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں واضح فرما دیا گیا: كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ "کہیں دولت تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتی رہے"۔ یہ قرآن حکیم کی اہم اصولی ہدایات میں سے ایک ہدایت ہے جس میں اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا بنیادی ضابطہ اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت معاشرے کے صرف مالداروں میں گھومتی نہ رہے بلکہ ایسا معاشی نظام رائج و نافذ ہو کہ جس کے نتیجے میں دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہو ــــ اب خود فیصلہ کیجئے کہ قرآن کی اس ہدایت اور مقصد کے بالکل خلاف ایک معاشی نظام جا رہا ہو اور Haves یعنی اغنیاء اور ve Nots یعنی فقراء کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جا رہی ہو ــــ فرق و تفاوت

اتنا بڑھ رہا ہو کہ تناسب ایک جگہ قائم رہنے کے بجائے روز تبدیل ہو رہا ہو۔ اس معاشرے میں آخر وہ جذبات وخیالات اور احساسات کیسے پنپیں گے جو خیر پر مبنی ہوں ـ ماحول اس کو غذا دینے کے سے تیار نہیں۔ بلکہ وہ ہر اس جذبے کو کچلنے کے درپے ہو جس میں خیر کی کوئی رمق موجود ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ ان حالات میں کیا کریں' ۔ ! ان کے بدلنے کی بھی کوئی سبیل ہے یا نہیں ؟ یہ ہے میری آج کی گفتگو کا دوسرا حصہ۔ میں کئی بار یہ بات عرض کر چکا ہوں کہ اس کے لئے محض دعوت وتبلیغ اور وعظ وتلقین کی ضرورت نہیں ہے بلکہ انقلاب کی ضرورت ہے۔ انقلاب اے انقلاب! لیکن یہ انقلاب کون سا۔ ؟ اسلامی انقلاب ۔ محض ہاتھوں کو بدل دینے والا انقلاب نہیں ۔ محض کسی شخص کو نفرت کا نشانہ بنا کر اس کی ٹانگیں کھینچنے والا انقلاب نہیں ۔ محض ایک معاشی نعرہ لگا کر لانے والا انقلاب نہیں ۔ اسلامی انقلاب جو اپنی بنیادوں پر استوار ہوگا ۔ جو اپنی جڑ سے غذا حاصل کرے گا۔ اور وہ بنیاد واساس اور جڑ ایمان ہوگی ۔ وہ ایمان وایقان سے اصل قوت حاصل کرے گا ۔ اس میں وہ سارے مراحل آئیں گے جو مراحل انقلاب محمدی میں تھے ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ دو انتہاؤں سے بڑی احتیاط کے ساتھ بچنے کی ضرورت ہے ۔ دین کا وہ تصور کہ جس میں انقلاب کا تصور ہی شامل نہ ہو، وہ بھی شیطان کا ایک بہت بڑا پھندا ہے ۔ اور انقلاب کا ایسا شیدائی ہو جانا کہ جیسا بھی انقلاب آئے، آئے ضرور یہ بھی دراصل شیطان کا دوسرا اتنا ہی بڑا پھندا ہے ۔ انقلاب کا تصور ہو لیکن وہ سرتاسر انقلابِ محمدیؐ کا تصور ہو ۔ وہ انقلاب کامل اسلامی انقلاب ہو ۔ اس کے اپنے مقدمات پر اس کا آغاز ہو ۔ اسے اپنی جڑوں سے قوت حاصل ہو رہی ہو ۔ وہ انقلاب کیا ہے اور خاص طور پر اس کا قرآن حکیم سے کیا تعلق ہے ! آج کے موضوع کی مناسبت سے میں اب اس کو واضح کرنا چاہتا ہوں ۔ میں نے یہ باتیں کئی بار عرض کی ہیں ۔ آپ میں سے اکثر کے سامنے ہوں گی ۔ جن کے سامنے نہ ہوں اُن کے لئے اختصار سے عرض کئے

دیتا ہوں ۔

میرے نزدیک کسی بھی انقلاب کے چھ مراحل ہیں ۔ تین ابتدائی اور تین تکمیلی ۔۔ ابتدائی تین مراحل کیا ہیں ۔ ۱ نمبر ایک : کوئی انقلابی نظریہ ہو اور اس کی نشر و اشاعت ہو ۔ ہوا نقلابی نظریہ ۔ وعظ کے ذریعے انقلاب نہیں آئے گا ۔ نیکی کے اُن تصورات کے ذریعے جو عام طور پر دینی حلقوں میں رائج ہیں، انقلاب نہیں آئے گا ۔ انقلاب تو وہیں آئے گا جہاں نظریہ معاشرے کی جڑوں پر تیشہ چلا رہا ہو ۔ Must be Cutting at the very Roots of that System اگر ایسا ہے تو انقلاب کا عمل روشناس (INITIATE) ہوگا ۔ لیکن ایسا نہیں ہے تو وہ انقلابی عمل نہیں ہوگا بس ایک اصلاحی (Reformatory) عمل ہوگا ۔ کوئی سماجی برائیوں کی اصلاح کا کام ہو گا ۔ کوئی علمی تحقیق کا کام ہو جائے گا ۔ کچھ ذہنوں کی جلا کا کام ہو جائے گا ۔ لیکن یہ سب کام ہرگز انقلابی کام شمار نہیں ہوں گے ۔ اُس کے لئے تو ایک انقلابی نظریہ لابد ولازم ہے ۔ یہ ہے پہلا مرحلہ ۔ نمبر ۲ یہ کہ جو لوگ اس نظریے کو قبول کریں، انکی تربیت ہو ۔ ظاہر بات ہے کہ یہ تربیت نظریہ کے ساتھ ہم آہنگ ہونی ضروری ہے ۔ نظریہ اگر کسی خالص مادی انقلاب کو جنم دینے والا ہے تو اس کے لئے تربیت بھی صرف مادی درکار ہو گی ۔ اس کے لئے کسی رُوحانی اور اخلاقی تربیت کی کوئی ضرورت نہیں ۔ ایسی کوئی قدغن مادی انقلاب قبول ہی نہیں کرتا بلکہ اسے احمقانہ قرار دیتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ بالشویزم کے حقیقی انقلابی نظریے میں Sex Discipline کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ جس طرح ایک پیاسا انسان آزاد ہے کہ وہ اس جذبے کی جس طرح چاہے تسکین کر لے اسی طرح کا مرد مرد اور عورتیں آزاد ہیں کہ باہمی رضامندی سے جب چاہیں، جیسے چاہیں اپنے جنسی جذبے کی تسکین کا سامان کر لیں ۔ اس طور پر جو اولاد ہو گی وہ اسٹیٹ کی ملکیت ہو گی ۔ ان کی پرورش ریاست کے ذمہ ہو گی ۔ لیکن اگر اسلامی نظام لانا ہے تو اس کی مناسبت سے اگر تربیت کا نظام نہیں ہے تو یہ بیل منڈھے

نہیں چڑھے گی ۔ قدم آگے نہیں بڑھیں گے ۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کسی اور کا کام انجام دیدیں ۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ ؎

کارِ خود کن کار بیگانہ مکن   بر زمینِ دیگرے خانہ مکن

کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم 'انقلاب' کے شوق میں کسی اور کا کام کر رہے ہوں۔ اس لئے کہ اگر تربیت کے اس دوسرے مرحلے میں کتاب وسنت کا عطا کردہ تربیتی نصاب پیشِ نظر نہیں ہے تو پھر سارا انقلابی کام، اسلامی انقلاب کا نہیں، کسی اور انقلاب کا کام ہے ۔ ذرا نگاہ بازگشت ڈالئے تو نظر آئے گا کہ یہی کچھ ہوتا رہا ہے ۔ متحدہ محاذ بنے، بڑی قربانیاں دی گئیں، لیکن کام کن کا ہوا ۔! نتائج کیا نکلے ۔! تحریک کے ثمرات کس کی جھولی میں آتے !

ابتدائی مراحل میں نمبر تین یا تیسرا مرحلہ ہے تنظیم ۔ اسلام کے انقلابی نظریے کو قبول کرنے والوں کو ایک بنیانِ مرصوص بنانے والی چیز ۔ منظم قوت، یعنی Discipline Force محض ہجوم نہیں ۔ یہ تین مراحل ہیں ابتدائی مراحل یعنی Primarily or Primary Pre-requisite

اس کے بعد تین تکمیلی مراحل ہیں ۔ جن کے لئے اصل میں ایک جامع عنوان بھی کافی ہے اور وہ ہے تصادم اور کشمکش ۔ اس کے بھی تین مرحلے ہیں ۔ پہلا مرحلہ وہ ہے جو انقلابی نظریے کی دعوت کے بعد خود بخود شروع ہو جائے گا ۔ یہ کشمکش اور تصادم کا وہ دور ہے جس میں انقلابی کارکنوں کے لئے صبر وتحمل اور استقامت کی ضرورت ہے ۔ ماریں کھاؤ ۔ ہاتھ نہ اٹھاؤ ۔ اگر اس ابتدائی دور میں کوئی انقلابی جماعت ہو جائے مغرور المزاج ہو جائے، متہور ہو جائے ۔ جلد باز اور ناعاقبت اندیش ہو جائے تو کچل دی جائے گی اور ختم کر دی جائے گی ۔ لہٰذا اس دور کے لئے حکم ہوتا ہے کہ ماریں کھاؤ، ظلم وتعدی برداشت کرو ۔ تم کو کسی جوابی اقدام اور کارروائی کی اجازت نہیں ۔ اصل میں یہ دور تھا جس سے حضرتِ مسیح علیہ السلام کو سابقہ پیش آیا تھا ۔ جو لوگ اس مرحلے کے تقاضوں کو سمجھتے نہیں وہ حضرت

مسیحؑ پر زبانِ طعن دراز کر دیتے ہیں — ان کی دعوت کا یہ دور تھا - اس سے اگلا مرحلہ آیا ہی نہیں - اس دور کے لئے حضرت مسیح کی تعلیم و تلقین یہ تھی کہ "اگر کوئی تمہارے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو بایاں گال بھی سامنے کر دو - اگر کوئی نالش کر کے تمہارا جبہ لینا چاہے تو اپنا کرتہ بھی اس کے حوالے کر دو - اگر کوئی تمہیں بیگار میں ایک کوس لے جانا چاہے تو دو کوس جاؤ" یہ صبر و مصابرت کا دور ہے — دوسرا دور وہ آتا ہے جب قابلِ لحاظ جمعیت اور قوت فراہم ہو جاتی ہے اور وہ ماریں کھا کھا کر اور ظلم و جور کی بھٹی سے گزر کر کندن بن جاتی ہے تو اقدام کا مرحلہ آتا ہے - پہلے دور کے لئے میں انگریزی کی اصطلاح Passive Resistance اور دوسرے دور کے لئے Active Resistance استعمال کیا کرتا ہوں اب اقدام ہو اور اس نظام کو کہیں سے چھیڑا جائے، کہیں سے اس کی کوئی دکھتی رگ دبائی جائے - وہ نظام Retaliate کریگا - ترکی بہ ترکی جواب دے گا اور اس ابھرتی ہوئی انقلابی دعوت کو کچلنے کے درپے ہو جائے گا - یہیں سے مسلح تصادم Armed Conflict کا آغاز ہو جائے گا اور میں عرض کر چکا ہوں کہ اس کے بغیر کوئی انقلاب کبھی نہیں آیا - اگر آسکتا ہوتا تو وہ انقلابِ محمدی ہوتا - علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام —

اب چھ مراحل کو سامنے رکھیئے اور اب دیکھئے کہ ان مراحل کا اسلامی انقلاب کے مراحل پر انطباق (Application) کس طور پر ہوتا ہے - میں اس موقع پر ابتدائی تین مراحل پر تو قدرے تفصیل سے کچھ عرض کرونگا لیکن تکمیلی تین مراحل کا اجمالی ذکر کروں گا چونکہ ایک وقت محدود ہے اور تکمیلی آخری مرحلہ یعنی "مسلح تصادم" کافی وضاحت کا متقاضی ہے - یہ معاملہ ہمارے اکثر جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لئے بڑا بھیانک اور ڈراؤنا ہے - پھر دو سو سال کی غلامی کے باعث اور مغربی مستشرقین نے اس بات کا اتنا پروپیگنڈہ کیا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے، جس سے مرعوب ہو کر ہم نے معذرت خواہانہ (Apologetic) رویہ اختیار کر لیا

ہے اور مسلّح تصادم کے نام سے ہمارے اعصاب پر رعشہ طاری ہوجاتا ہے۔ حالانکہ جیسا کہ میں کئی بار عرض کر چکا ہوں ۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی بھی انقلاب تلوار اٹھائے بغیر نہیں آسکتا ۔ انقلاب محمدی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام اس سے مستثنیٰ نہیں ۔ پھر قرآن حکیم میں قتال فی سبیل اللہ کی اہمیت سورۃ الصف کی اس آیت سے واضح ہوجاتی ہے کہ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۔ بہرحال ذکر ابتدائی مراحل کا تھا تو اسلام کا نظریۂ انقلاب ہے ۔ ——— ——— "قرآن حکیم" ——— اب آگے اصطلاحات بدل جائیں گی ۔ نشر و اشاعت کی جگہ اسلامی اصطلاحات آئیں گی ۔ دعوت و تبلیغ ——— مفہوم وہی رہے گا جو نشر و اشاعت سے اذہان میں آتا ہے ——— یہاں نظریۂ انقلاب کے لفظ سے مجھے علامہ کے چند اشعار بے ساختہ یاد آگئے ؎

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امین
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں

پھر یہ کہ ع تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے ——— علامہ نے یہ تمام نظریات قرآن مجید سے اخذ کئے ہیں ۔ درحقیقت روئے زمین پر قرآن حکیم سے بڑھ کر تو کجا اس سے کمتر بھی ایک صالح انقلاب کے نظریے کی حامل کوئی دوسری کتاب موجود ہی نہیں ہے ۔ یہ کتاب مبین اعتقادات سے لے کر زندگی کے ہر معاملے، ہر پہلو اور ہر گوشے میں انقلاب کی داعی کتاب ہے ۔ یہ کتاب ہر باطل نظریے اور ہر باطل فکر و عمل کے لئے تیغ عریاں ہے ۔ قرآن حکیم کے یہ حقائق اس کے معروضی (Objectively) مطالعہ سے منکشف ہوتے ہیں ۔ محض پی ۔ ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے Thesis کی تیاری یا محض کوئی تحقیقی مقالہ لکھنے کی غرض سے اس کا جزوی مطالعہ یا صرف وعظ کہنے کے لئے اس کی چند آیات کو یاد کر لینے سے قرآن حکیم کے انقلابی نظریے، اس کے انقلابی

پیغام، اس کی انقلابی دعوت اور اس کے انقلابی لائحہ عمل تک رسائی ہونی دشوار ہے۔ جب قرآن کی حقیقی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے کوئی ارادہ ساتھ ہوگا ــ وہی ارادہ جہاں سے میں نے آج کی گفتگو شروع کی تھی۔ جہاں سے تعمیر سیرت و کردار کا پروگرام شروع ہوتا تھا۔ اگر وہ ارادہ فی الواقع ہو اور کہیں 'مرید' وجود میں آجائے جو چاہتا ہو کہ ہم قرآن مجید کو سمجھیں بھی اور اس پر عمل بھی کریں تو وہ جان لے کہ قرآن حکیم سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی کتاب نہیں ــ یہ بات وہ ہے جو غیروں نے کہی ہے۔ دشمنوں نے کہی ہے۔ ہم نے تو اس کے پر ہر طرف سے کاٹ دیئے ہیں۔ اس کے ساتھ جو تصورات وابستہ کئے ہیں وہ بس ایک مقدس کتاب کے ہیں ــ اس کا نظریہ اور اس کی انقلابیت ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے ــ لیکن دوسروں نے اس کو پایا ہے۔ اسی شہر لاہور میں مشہور سوشلسٹ لیڈر ایم۔ این رائے نے کہا تھا کہ "قرآن سے بڑھ کر کوئی انقلابی کتاب نہیں اور محمدؐ سے بڑا تاریخ انسانی میں کوئی انقلابی لیڈر نہیں" صلی اللہ علیہ وسلم ــ اور شاید گلیڈسٹن یا لائیڈ جارج نے کہا تھا کہ "جب تک دنیا میں قرآن موجود رہے گا دُنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا" آریہ سماجی مشہور لیڈر سوامی شردھانند نے بھی قرآن کے بارے میں اسی نوع کا اظہارِ خیال کیا تھا ــ یہ اس لئے کہ انہوں نے خوب اچھی طرح جان لیا تھا کہ قرآن محض ایک کتابِ مقدس ہی نہیں ہے۔ بلکہ سراسر ایک انقلابی نظریئے کی حامل کتاب ہے اور انقلاب کے مراحل میں مسلح تصادم ایک کلیہ (Established Fact) کی حیثیت سے دُنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان تینوں نے تو یہ بات تعصب اور مخالفت کے جذبے سے کہی تھی اور اس کا انداز Negative ہے لیکن یہ قرآن کو بہت بڑا Tribute اور خراجِ تحسین ہے۔ یہ قرآن تو انسان کے اندر آگ بھر دیتا ہے۔ بشرطیکہ قرآن مجید کا رہنمائی حاصل کرنے کے لئے معروضی مطالعہ کیا جائے۔ کتنی پیاری بات کہی ہے علامہ اقبال نے: ؎

پیش ما یک عالم فرسودہ است ــ ملت اندر خوابِ اُو آسودہ است

رفت سوز سینۂ تاتار و کُرد ــ یا مسلماں مُرد یا قرآں بمُرد

یہ ہوا کیا ہے! مسلمان مرگیا ہے یا قرآن (نعوذ باللہ) مرگیا ہے - قرآن نے تو سینوں میں آگ لگادی تھی - قرآن نے تو اس سینۂ گیتی پہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب برپا کیا تھا - قرآن نے تو نوع انسانی کو وہ صالح نظام دیا تھا جس کی یاد بھی انسان کے حافظے میں ایک سہانے خواب کے مانند ابھی تک موجود ہے -

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو   زانکہ از خاکش بروید آرزو
یاز نورِ مصطفیٰؐ او را بہاست   یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

وہی تو ہے جو انسان کر رہا ہے - اس کا ذہن شعوری وغیر شعوری طور پر اس صالح نظام کی تلاش میں سرگرداں ہے - اسکی رُوح اس صالح نظام کی برکات سے اپنی تشنگی کو آسودگی سے بدلنے کے لئے بھٹک رہی ہے - انسانیت کے اجتماعی تحت الشعور میں یہ بات موجود ہے کہ ایک صالح نظام اس دنیا میں فی الواقع قائم ہوچکا ہے - یہ کہانی اور Fairy Tale نہیں ہے - واقع اور حقیقت ہے - یہ کوئی Pre-Historic Era یعنی ماقبل تاریخی دور کی بات نہیں ہے، یہ تو خاص تاریخ کے نصف النہار میں یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے - پس قرآن حکیم کا انقلابی نظریہ ہمارے پاس ہے - اسی لئے علامہ نے کہا - یہ اشعار مجھے بلا ارادہ فی البدیہہ طور پر یاد آرہے ہیں -

اے کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم   تاکجا در حجرہ ہا باشی مقیم
در جہاں اسرارِ دین را فاش کن   نکتۂ شرعِ مبین را فاش کن

کب تک حجروں میں مقیم رہو گے اور قرآن پر ناز کرتے رہو گے - میدان میں نکلو اور اس قرآن کے اسرار اس کے عبر و حکم اس کی رہنمائی اور ہدایت اور اس کے انقلابی تصوّرات اور انقلابی دعوت و پیغام آخر کب تک چھپے رہیں گے! انہیں منصۂ شہود پر آنا چاہیئے - ان کو نوع انسانی کے سامنے لانا چاہیئے - تو پہلی بات ہے اس قرآن حکیم کی دعوت و تبلیغ - دعوت و تبلیغ کے لئے قرآن مجید کی جتنی اصطلاحات ہیں ان سب کا مرکز و محور مبنیٰ و مدار

قرآن اور صرف قرآن ہے ۔ سب سے زیادہ کثیر الاستعمال اور عام فہم اصطلاح تبلیغ ۔ لیکن تبلیغ کس چیز کی ۔ ! اختلافی مسائل کی تبلیغ ۔ ! ! عظیم الشان تبلیغی کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں لیکن موضوع تبلیغ کیا ہے ؟ رفع یدین اور آمین بالجہر ۔ ! مسائل کون سے ہوں گے ؟ نور و بشر کے ہوں گے ۔ وہ تبلیغ نہیں ۔ تبلیغ کس چیز کی ؟ قرآن کی : یَاأَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَکَ ۔۔۔ یہ تھی وہ بات جس پر گواہی لی تھی حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ اللہ کے یہاں جا کر انہیں بھی جواب دینا تھا ۔ وہ بھی مسئول تھے ۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۶ ذہن میں لائیے کہ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ہ " ہم تو پوچھیں گے ان سے بھی جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا اور ان سے بھی جن کو رسول بنا کر بھیجا گیا " یہ تھا وہ احساس جس کے لئے میدان عرفات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً سوا لاکھ صحابہؓ کے مجمع سے گواہی لی ہے کہ : اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ ؟ اور اس مجمع سے بیک آواز گواہی ملی ہے کہ : اِنَّا نَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّۃَ ۔ صحابہ کرامؓ کی طرف سے چار الفاظ میں جواب ! حالانکہ انؓ کا یہ معمول تھا ہی نہیں ۔ سوال ایک جواب چار ۔ حالانکہ ہوتا یہ رہتا تھا کہ حضورؐ کے سوال کے جواب میں صحابہؓ عموماً عرض کیا کرتے تھے اللہ و رسولہ اعلم اور اگر کہیں دوبارہ پوچھا گیا ہے تو بہت مختصر جواب ۔ لیکن یہاں چار الفاظ : قَدْ بَلَّغْتَ الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ ۔ یہ سوال و جواب کس لئے ؟ آخرت میں جواب وہی ہو گی ۔ پھر یہی فریضہ تبلیغ ہے جو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم امت کے حوالے کر گئے اور فرمایا : فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ ۔ میں سبکدوش ہوا ۔ میری ذمہ داری ختم ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ نے " اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا " فرما کر جو بھاری ذمہ داری میرے کاندھے پر ڈالی تھی ۔ آج وہ قول ثقیل میرے کاندھے سے تمہارے کاندھوں پر منتقل ہو گیا ہے ۔ " اب پہنچائیں وہ جو یہاں ہیں ان کو جو

یہاں نہیں ہیں ۔" اس سے زیادہ بلیغ الفاظ ممکن نہیں ہیں ۔ اس لئے کہ یہ الفاظ زمان و مکان دونوں کا احاطہ کرلیتے ہیں ۔ اُس وقت روئے زمین کا ایک ایک انسان اس میں شامل ہے اور تا قیام قیامت آنیوالی نسلیں بھی اس میں شامل ہیں ۔

ایک دوسری اہم اصطلاح ہے : تذکیر ۔ قرآن اپنے آپ کو تذکرہ کہتا ہے : ذکریٰ بھی کہتا ہے[1] : اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ اور اس تذکیر کے لئے آلۂ تذکیر کیا ہے ۔؟ قرآن ! فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۔ اے نبی ! تذکیر کیجئے قرآن کے ذریعے سے اس کو جو میری پکڑ سے ڈرتا ہو" تبشیر ۔ بشریٰ یہ بھی قرآن کی اہم اصطلاحات میں سے ہیں ۔ سورہ بقرہ اور سورہ نحل میں قرآن مجید کے لیئے بشریٰ کا لفظ آیا ہے ۔ سورہ بقرہ اور سورہ نمل میں فرمایا : بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور سورہ نحل میں دو مرتبہ فرمایا : بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔ قرآن بشارت ہے اور اسی کے لئے انذار کی اصطلاح ہے، یہ دعوت و تبلیغ کا دوسرا پہلو ہے ۔ انذار کس کے ذریعے سے ؟ قرآن کے ذریعے سے : وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۔" اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں بھی اس کے ذریعے خبردار کردوں اور ان کو بھی جن کو یہ (قرآن) پہنچے "۔ شوریٰ کی وہ آیت ذہن میں لایئے ۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط " اور اسی لئے اے محمد ہم نے آپ طرف قرآن عربی وحی کیا تاکہ آپ مکہ اور گرد و پیش کے لوگوں کو اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور جمع ہونے والے دن (آخرت محاسبہ) سے متنبہ کریں جس کے واقع ہونے میں

---

[1] وَلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (انعام) فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اعراف)، وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (ھود)

کوئی شبہ نہیں کہ تبشیر اور انذار کا ذریعہ قرآن ہے۔ یہ دونوں چیزیں بڑی خوبصورتی سے سورہ مریم کے اختتام پر جمع ہو گئی ہیں: فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ۝ پس ہم نے (اے نبی) اس (قرآن) کو آپ کی زبان پر اس لئے سہل اور آسان بنا دیا کہ آپ اس کے ذریعے اللہ سے ڈرنے والوں کو بشارت پہنچا دیں اور جھگڑالو قوم کو اس کے بُرے انجام سے خبردار اور آگاہ کر دیں۔" آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ اس آیت کی تلاوت میں میں نے بِہٖ پر زور دیا ہے۔ چونکہ یہاں بِہٖ فرما کر اس بات کو نمایاں کیا گیا ہے کہ تبشیر و انذار کا حقیقی اور اصل ذریعہ قرآن مجید ہی ہے۔ آگے چلئے، سورۂ کہف کے آغاز ہی میں بڑے مہتم بالشان اسلوب سے اس کا ذکر فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ "شکر کا سزاوار ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اس نے کوئی کجی نہیں رکھی۔ بالکل سیدھی اور ہموار و استوار، تاکہ وہ اپنی جانب سے جھٹلانے والوں کو ایک سخت عذاب سے آگاہ کر دے اور ایمان لانے والوں کو، جو نیک عمل کر رہے ہیں، اس بات کی خوش خبری سنا دے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے۔" اور آگے چلئے تبلیغ و دعوت کی راہ میں سب سے زیادہ رکاوٹ ڈالنے والے باطل نظریات، مشرکانہ اوہام اور مبتدعانہ افعال ہوتے ہیں۔

ہم نے قرآن کی تبلیغ کو تو پس پشت ڈال رکھا ہے اور تبلیغ کے نام سے کہیں فرقہ واریت اور فقہی مسلک پر دھواں دھار تقریریں ہیں کہیں محض فضائل کے بیان کو تبلیغ کا نام دے دیا گیا ہے اور اس کے لئے بھی ذریعہ قرآن نہیں یا ضعیف و شاذ اور مرسل احادیث کا سہارا ہے یا بزرگانِ دین کی کرامات کا بیان اس کی بنیاد ہے۔ اسی کا تو علامہ اقبال نے مرثیہ کہا ہے اور کیسے کیسے انداز سے کہا ہے۔ وعظ ہے تو قرآن سے تزکیہ ہے تو قرآن سے نہیں،

تذکیر ہے تو قرآن سے نہیں، تبلیغ ہے تو قرآن کی نہیں - عوام ہوں کہ خواص کسی کو قرآن سے نہ اعتنا ہے نہ دلچسپی الاّ ماشاءاللہ - اُمتِ مسلمہ کے مختلف طبقات کا علاّمہ نے کس قدر صحیح نقشہ کھینچا ہے ۔ ؎

صوفی پشمینہ پوش حال مست | از شراب نغمہ قوال مست
آتش از شعر عراقی در دلش | در نمی سازد بقرآن محفلش
واعظ دستان زن افسانہ بند | معنیٰ او پست و حرفِ او بلند
از خطیب و دیلمی گفتار او | با ضعیف و شاذ و مرسل کار او [1]

اب تو یہ نقشہ بھی خال خال نظر آتا ہے ۔ پھر علاّمہ نے اور فقیہان حرم کی اکثریت کی نقشہ کشی یوں کی ہے

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں | ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

لہٰذا عوام کا تو کہنا ہی کیا وہ تو ہیں ہی 'کشتہ ملاّئی و سلطانی و پیری'، ان فقیہان، کی عظیم اکثریت قرآن کے معاملہ میں بے ذوق بھی ہے اور بے طلب بھی ۔ بقول علامہ مرحوم ؎

صاحبِ قرآن و بے ذوقِ طلب! | العجب ثم العجب ثم العجب!

بہر حال میں نے اب تک جو کچھ عرض کیا ہے، اس سے یہ بات آپ

---

[1] ادنیٰ لباس میں ملبوس اور اپنے حال میں مست صوفی قوال کے نغمے کی شراب ہی سے مدہوش ہے!

اس کے دل میں عراقی کے کسی شعر سے تو آگ لگ جاتی ہے لیکن اس کی محفل میں قرآن کا کہیں گذر نہیں -

(دوسری طرف) واعظ کا حال یہ ہے کہ ہاتھ بھی خوب چلاتا ہے اور سماں بھی خوب باندھ دیتا ہے اور اس کے الفاظ بھی پُرشکوہ اور بلند و بالا ہیں لیکن معنیٰ کے اعتبار سے نہایت پست اور ہلکے!

اس کی ساری گفتگو (بجائے قرآن کے) یا تو خطیب بغدادی سے ماخوذ ہوتی ہے یا دیلمی سے اور اس کا سارا سروکار بس ضعیف، شاذ اور مرسل حدیثوں سے رہ گیا ہے -

پر واضح ہو گئی ہو گی کہ از روئے قرآن تبشیر قرآن سے، انذار قرآن سے نصیحت و موعظت قرآن سے تزکیہ قرآن سے اور تبلیغ قرآن کی — یہ ہیں وہ بنیادی اصطلاحات اور انہی کو چار مرتبہ قرآن مجید میں لایا گیا کہ محمدی انقلاب کا اساسی اور بنیادی لائحہ عمل کیا ہے۔ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ — دو مرتبہ سورہ بقرہ میں پہلی مرتبہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا میں بھی یہی الفاظ آئے: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ — پھر نبی اکرم کی بعثت کی طرف اشارے میں بھی یہی الفاظ آئے: كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا — سورہ آل عمران میں پھر اعادہ ہو رہا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ - آخری بار سورہ جمعہ میں فرمایا جا رہا ہے: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ — یہ تلاوتِ آیات ہے بغرض دعوت، بغرض تبلیغ، بغرض تبشیر، بغرض انذار اور بغرض تذکیر اور یہ ہے درحقیقت انقلاب محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا قدم - یہ نہیں ہے اور اس طور سے نہیں ہے اور اس ذریعہ سے نہیں ہے تو جان لیجئے کہ وہ انقلاب محمدی یا انقلاب اسلامی کی طرف پیش قدمی نہیں ہو گی - مستعار نظریات ہوں یا انسان کے اپنے بنائے ہوئے خیالات ہوں یا کسی شخصیت کا علمی رعب اور دبدبہ لوگوں کو کھینچ کر جمع کر رہا ہو تو اسے قرآن کی انقلابی دعوت و تحریک ہرگز نہیں کہا جائے گا - بالفاظ دیگر کسی تحریک اور دعوت کے عمل کا جب تک مرکز و محور اور مبنٰی و مدار قرآن کو نہیں بنایا جائے گا، انقلاب محمدی کی طرف پیش قدمی نہیں ہو گی -

پہلے ذہن نہیں گیا تھا - میں چند روز قبل سورہ فرقان کا مطالعہ کر رہا تھا - چونک گیا - میں حیران ہوتا ہوں کہ قرآن حکیم کی اکثر آیات ہیں کہ جہاں ہمارے اکثر مفسرین بہ کا حق کما حقہ ادا نہیں کر سکے - سورہ فرقان میں فرمایا: فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا "اے نبی! آپ ان کافروں کی خواہشات کا بالکل لحاظ نہ کیجئے بلکہ اس قرآن کے ذریعے سے جہاد

عظیم کیجیے“ یہ آپ کا پہلا آلہ انقلاب ہے ” یہ وہ پہلی شمشیر ہے جو ذہنوں کو تسخیر کرے گی۔ نظریات کو افکار کو عقائد کو، خیالات کو اور تصورات کو اسلام کے رُخ پر لانے والی چیز یہی قرآن مجید ہے۔ بقول مولانا حالی مرحوم ؎

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

علامہ اقبال مرحوم نے اسی بات کو یوں بیان کیا ؎

مصطفیٰؐ اندر حرا خلوت گزیں — قوم و آئین و حکومت آفریں

قرآن سے ساری دعوت و تبلیغ، اسی کے تبشیر و انذار اور اسی سے موعظت و نصیحت، یہ سارا عمل کیا ہوگا اجَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَادًا کَبِیْرًا۔ تصادم تو سب سے پہلے نظریات کی سطح پر ہوتا ہے۔ کشمکش جب بھی ہوگی اس کا پہلا ہدف نظریات، افکار اور عقائد ہوں گے۔ اس موضوع کے ضمن میں، میں ڈاکٹر اقبال کے چند اشعار پیش کر کے آگے چلوں گا۔ میں نے جو بات قدرے تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے علامہ مرحوم نے اس کو ان اشعار میں نہایت بلاغت و فصاحت اور جامعیت سے ادا کیا ہے

(جاری ہے)

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ

کرنے کا اصل کام

قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

تالیف: ڈاکٹر اسرار احمد

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ

(صحیح بخاری)

قرآن کیا چاہتا ہے؟

یہ کہ

- اس پر ایمان لایا جائے
- اسے پڑھا جائے
- اسے سمجھا جائے
- اس پر عمل کیا جائے
- اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے

منجانب

Rizwan Textile Industries

MANUFACTURERS, IMPORTERS & EXPORTERS

RAILWAY ROAD, KASUR - PAKISTAN

Phones : Office : 484
Mills : 490, 936
Lahore : 853395, 853542
Office : [illegible]

CABLE : RIZWANTENT
Bankers : HABIB BANK LTD.

قاری نصیر احمد غزنوی

اظہارِ حق

مرزائیت اپنے لٹریچر کے آئینے میں

(دوسری قسط)

مرزا صاحب کا دعوائے فصاحت و بلاغت اور اس کا نمونہ

کلما قلت من کمال بلاغتی فی البیان فھو بعد کتاب اللہ القرآن

یعنی جو کچھ میں نے اپنی کمال بلاغت بیانی سے کہا ہے تو وہ کتاب قرآن مجید سے دوسرے درجہ پر ہے۔ (لجۃ النور ص۱۲۲ - حاشیہ)

(۲)

میں قرآن مجید کے ظل کے طور پر فصاحت و بلاغت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو میرا مقابلہ کر سکے۔ (ضرورت الامام ص۲۲)

(۳)

ایسا ہی خدا نے اپنے نبی کو فصاحت و بلاغت کا معجزہ دیا سو اس جلہ بھی فصاحت و بلاغت کو اعجاز کے طور پر دکھلایا۔ غرض فصاحت و بلاغت کا ایک الٰہی نشان ہے۔ (حجۃ اللہ ص۴ ص $\frac{۲}{۲۴}$)

و انی اذا ما ولت کلما فصیحۃ نن ولنی ربی نا سن منصفی

اور جب میں نے خدا سے کلمات فصاحت طلب کیے۔ پس میں اپنے رب سے گوناگوں فصاحت کلام دیا گیا۔ (حجۃ اللہ ص۹ ص $\frac{۸}{۱۰۰}$ ۱۳)

وقد صقلت کلمی کمثل سجنجل فانزنوالیھا مقلۃ المتانق

اور میرے کلمے آئینے کی طرح صاف کیے گئے ہیں پس تعجب کرنے والے کی نظر اس کو ٹکٹکی لگا کر

دیکھتی ہے۔

وکانت مضامینی کغید بلطفھا　　فاصبت بحسن ثم لحن کیلمق

اور میرے مضامین نازک اندام عورتوں کی طرح تھے۔ پس حسن کے ساتھ پھر اس آواز کے ساتھ جو لطور قبا کے تھی دل اس کی طرف جھک گئے۔

(حجۃ اللہ ص ۲۲۷/۸۹ ص ۹۷)

اری غید اسرار تضضن لرمقنا　　ومن غیرنا باعدن کالمتأبق

مَیں دیکھتا ہوں کہ نرم اندام عورتیں اسرار کی ہمارے لیے ننگی ہوگئیں۔ اور غیروں سے وہ چھپنے والیوں کی طرح دُور رہو گئیں۔

اذا ماخرجن من الخبیط بزینۃ　　فاصبی رشاقتھن قلب مُرمّق

اور جب وہ ہودے سے زینت کے ساتھ نکلیں۔ بس ان کا حسنِ اندام دیکھنے والوں کا دل لے گیا۔　(حجۃ اللہ ص ۲۴/۱۰۹ ص ۹۹)

اذا ماتجلّی حسنھن بنورہٖ　　فرحلت کجالیۃ ظلام یغسق

جب ان کا حسن اپنے نور کے ساتھ چمکا پس اندھیرالوں چلا گیا جیسا وہ لوگ جو اپنے گھروں سے آوارہ پھرتے ہیں۔

وقلّ من الاخدان من کان حسنہ　کحسن عذارانا وخدٍّ ابرقٍ

اور معشوقوں میں سے بہت کم ہوگا جس کا حُسن ہمارے ان باکرہ مضامین کی طرح ہوگا اور رخسار روشن ہوں گے۔

نبی اور صحابہ کی گفتگو

"جب میری مجلس میں یہ مقام ستیار تھ پرکاش کا پڑھا گیا تو بعض دوست بے اختیار بول اُٹھے دیکھو یہ صاف زنا ہے... بعض نے یہ کہا کہ اس طریق نیوگ میں اس ہدایت کی رُو سے بیوہ بھی یہ اختیار رکھتی ہے کہ اگر بیوہ صبح کو کسی غیر مرد سے ہمبستر ہو کر اس کی منی پتلی اور ناقابلِ اولاد پاوے تو دوپہر کو کسی اور بیرج داتا کے ساتھ سووے اور اگر دوپہر والا بھی اس نقص سے خالی نہ ہو اور ایسی تسلی نہ کر سکا ہو جس سے اولاد کی امید ہو سکتی ہے تو شام کو کسی اور سے ہمبستر ہو جاوے اور اگر شام والا بھی ناتمام نکلے تو رات کو اسی آزمائش کے لیے کسی اور جوان کے آگے پڑے۔

پس جو عورت ایک ہی دن میں چار غیر آدمی سے سوائے طریق جائز نکاح ہمبستر ہو اگر وہ زانیہ نہیں تو پھر دنیا میں زنا کوئی چیز نہیں۔" (آریہ دھرم صہ ۵)

چند اشعار بھی ملاحظہ ہوں۔ یہ اشعار حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے ہیں؛

نام اولاد کے حصول کا ہے ! ساری شہوت کی بیقراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط یار کی اس کو آہ و زاری ہے
دس سے کروا چکی زنا لیکن پاک دامن ابھی بچاری ہے
ہے قوی مرد کی تلاش انہیں خوب جورو کی حق گذاری ہے
تا کہ کروائیں پھر اسے گندی پاک ہونے کی انتظاری ہے

(آریہ دھرم صہ ۶ و صہ ۷)

مرزا صاحب کے علمی شہ پارے

(۱) باوجودیکہ صحابی دس ہزار سے بھی کچھ زیادہ تھے۔

(ازالہ اوہام حصہ اول ۔ صہ ۱۷۳)

(۲) اور بنی اسرائیل کے گذشتہ نبی جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے سچ مچ واقعہ صلیب کے وقت زندہ ہوگئے تھے اور زندہ ہو کر شہر میں آگئے تھے۔

(مسیح ہندوستان میں صہ ۴۲)

(۳) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ لڑکے فوت ہوئے تھے۔

(تجلیات الہیہ صہ ۲۲/۴۱۴)

(۴) براہین احمدیہ کے پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہوگیا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم دیباچہ صہ ۹)

(۵) مرزا صاحب کی رؤیت روحانی: ایک رؤیت آنکھ میں ہے کہ ہر شئے کو دیکھتی ہے،.. خواہ مین چار دیواریں حائل ہوں... اس مقام پر حضرت اقدس نے ایک واقعہ سنایا.... ایک دفعہ ایک خاکروبہ نے ایک جگہ سے میلا اٹھایا اور اس کا ایک حصہ چھوڑ دیا۔ میں جو مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا مجھے نظر آیا کہ اس نے ایک حصہ چھوڑ دیا ہے تو میں نے

اس خاکروبہ سے کہا وہ سُن کر حیران ہوئی کہ اس نے اندر بیٹھے ہوئے یہ کیسے دیکھ لیا۔ میں نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا کہ یہ باوجود میلے کے سر پہ موجود ہونے کے نہیں دیکھ سکتی۔ حالانکہ اس نے مجھے اس قدر دُور دراز فاصلہ سے دکھلا دیا۔ (روحانی خزائن نمبر ۲ ملفوظات جلد چہارم ص ۳۲۹ و ص ۳۳۰)

اخلاق کی تعریف اور نمونہ اخلاق

یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرّہ بھی متحمل نہ ہو سکے۔ اور جو امام زماں کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں وہ کسی طرح امام زماں نہیں ہو سکتا لہٰذا اس پر آیت اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم کا پورے طور پر صادق آ جانا ضروری ہے۔

(ضرورۃ الامام ص ۸ ص ۴۷۸)

جاہلوں سے میرا پالا پڑ گیا ان کی جلنے والی پر افسوس یہ تو کتوں اور بھیڑیوں سے بھی بڑھ کر موذی ہیں۔ ترجمہ (الحق بحث دہلی ص $\frac{9}{139}$)

اے بدذات فرقہ مولویاں تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہ عوام کالانعام کو بھی پلایا۔ (انجام آتھم ص ۲۱)

دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں اور انہوں نے گالیاں دیں اور میں نہیں جانتا کیوں دیں۔

ترجمہ (نجم الہدیٰ ص ۵۳ ص ۵۴)

تو نے بدکار عورتوں کی طرح زبان درازی کی اور تو خنزیر کی طرح حملہ کرتا ہے اور گدھوں کی طرح آواز کرتا ہے۔ (حجۃ اللہ۔ ص $\frac{243}{97}$ ۔ ترجمہ)

ان کا کتے کی طرح حملہ ہے اور سانپ کی طرح پیچ و تاب ہے اور بھیڑیئے کی طرح عادتیں ہیں۔ اور خرگوش کا دل ہے۔ (حجۃ اللہ ص $\frac{242}{94}$ ترجمہ)

اور جب تمام رذیلوں نے مجھے چھوڑ دیا پس میں نے یقین کیا کہ جو میری قوم کا شریف ہے وہ ضرور مجھ سے ملے گا۔ حجۃ اللہ ص ۲۴۶ ترجمہ۔

کوئی انسان نرا بے حیا نہ ہو تو اس کے لیے اس سے چارہ نہیں ہے کہ میرے دعوئے کو اس طرح مان لے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانا ہے
(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۴)

سو میں کہتا ہوں کہ اے نابکار قوم کب تک تُو اندھی اور گونگی اور بہری رہے گی اور کب تک تیری آنکھیں اس نور کو نہیں دیکھیں گی جو اتارا گیا۔
(حجۃ اللہ ص ۱۶۹/۲۱ - ترجمہ)

اے مُردار کے کتے کیا تو ہمیں بھیڑیے کی طرح ڈراتا ہے۔ (حجۃ اللہ ص ۲۳۸/۱۰۰ ترجمہ)
میں گونگوں کی طرح تمہیں دیکھتا ہوں یا جنگل کے گدھوں کی طرح۔
(حجۃ اللہ ص ۲۴۳/۱۰۵ ترجمہ)

جو جاہل اور بخیل ہو وہ میری شان سے انکار کرتا ہے (حجۃ اللہ ص ۲۳۹/۱۰۱ ترجمہ)
حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔
(انوار الاسلام فتح اسلام ص ۳۲)

ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں ہے۔ (فتح اسلام ص ۳۱)

پس کچھ تھوڑی دیر فکر کر اے گدھے کی جائے ننگ اور توفیق یافتہ لوگوں کی راہ ڈھونڈ۔ (منن الرحمٰن ص ۲۱ ۲)

اور لئیموں میں سے ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے سفیہوں کا نطفہ۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۴۴۵ ص ۱۴)

کیا نہیں دیکھتے بعض لوگ کتوں کی طرح ہو گئے بعض بھیڑیوں کی طرح بعض سؤروں کی طرح اور بعض گدھوں کی طرح اور بعض سانپوں کی طرح ڈنک مارتے ہیں اور ایسا کوئی جانور نہیں کہ لوگوں میں سے ایک گروہ اس جیسا نہ ہو گیا ہو اور افعال میں اس کے مشابہ نہ ہو۔ ترجمہ (خطبہ الہامیہ ص ۲۳۸)

حدیث سے متعلق مرزا صاحب کا فیصلہ

مرزا صاحب دعویٰ مسیح موعود کے متعلق فرماتے ہیں۔

"ہم اس کے جواب میں خداتعالےٰ کی قسم کھاکر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوے کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ اگر حدیثوں کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا تب بھی میرے اس دعوے کو کچھ حرج نہ پہنچتا تھا ہاں خدا نے میری وحی میں قرآن کو پیش کیا ہے"

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ملا۳ ص ۱۴۰/۳۴)

مرزا صاحب اپنے متعلق فرماتے ہیں:

"اگر خدا کی پاک[1] وحی سے حدیثوں کا کوئی مضمون مخالف پاوے اور اپنی وحی کو قرآن کے مطابق پاوے اور بعض حدیثوں کو بھی ان کی موید دیکھے تو ایسی حدیثوں کو چھوڑ دے اور ان حدیثوں کو قبول کرے جو قرآن کے مطابق ہیں اور اس کی وحی کے مخالف ہیں۔ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص ۱۳۹/۳۵ ص ۳۰)

جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پاکر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر ردّ کرے۔ (اربعین نمبر۳ ص ۱۰۴/۵۹)

توریت و انجیل سے متعلق مرزا صاحب کی تحقیق

اور میں اس جگہ توریت و انجیل کا نام نہیں لیتا کیوں کہ توریت و انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں سے اس قدر محرف اور مبدل ہو گئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۲ ص ۳)

رہی توریت کی تعلیم سو وہ بھی محرف اور ناقص ہونے کی وجہ سے ایک موم کا ناک ہو رہی ہے جس کو عیسائی اپنے طور پر اور یہودی اپنے طور پر برتا رہے ہیں۔ (براہین احمدیہ پہلی فصل جلد سوم ص ۲۹۳/۳۰۴ ص ۲۷۳)

---

[1] پاک وحی سے مراد مرزا صاحب کی اپنی وحی ہے۔

اور کوئی عبرانی انجیل عیسائیوں کے پاس موجود نہیں ہے۔ غرض یہ چاروں انجیلیں جو یونان سے ترجمہ ہو کر اس ملک میں پھیلائی جاتی ہیں ایک ذرہ قابل اعتبار نہیں۔ (تریاق القلوب۔ ص ۱۴۱/۱۳ ص ۱۴۲/۱۴)

یہ سب انجیلیں حواریوں کے زمانہ کے بعد بعض یونان کے لوگوں نے بے سروپا روایات کی بنا پر لکھی ہیں۔ (تریاق القلوب۔ ص ۲۴۰)

غرض اس بات پر عیسائیوں کے محققین کا کامل اتفاق ہو چکا ہے کہ انجیل خالص خدا کا کلام نہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۳۷۳/۳۹۵ ص ۳۳۲)

مرزا صاحب کے دعاوی واقوال

(۱) میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں یہ رسائل (یعنی یہ کتابیں) جو لکھے گئے ہیں تائید الٰہی سے لکھے گئے ہیں میں ان کا نام وحی اور الہام تو نہیں رکھتا مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی خاص اور خارق عادت تائید نے یہ رسالے میرے ہاتھ سے لکھوائے ہیں۔ (سر الخلافہ اشتہار ص ۸۳ ص ۴۱۶/۱۰۲)

(۲) یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت میں بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیوں کہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے اور ہمیشہ میری تحریر گو عربی ہو یا فارسی دو حصہ پر منقسم ہوتی ہے۔ ایک تو یہ بڑی سہولت سے سلسلہ الفاظ و معانی کا میرے سامنے آجاتا ہے اور میں اس کو لکھتا جاتا ہوں۔ دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں اور سلسلہ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب ان کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہے اور لفظ وحی متلو کی طرح روح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے اور زبان پر جاری کرتا ہے اور اس وقت میں اپنی حس سے غائب ہوتا ہوں.... اور رہا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے

وہ فقرات دکھا دیتا ہے۔ (نزول المسیح ص۵۶ ۴۳۴ ص۴۳۵ ص۵۷)

(۳) مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تفہیم الٰہی میرے شامل حال ہے۔
(الحق بحث لدھیانہ ص ۱۹/۲۱)

(۴) مَیں اپنے نفس سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہوں جو خدا تعالےٰ میرے دل میں ڈالتا ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص۶۸ ص۶۹/۷)

(۵) واللّٰہ یعلم انی قلت الّا ما قال اللّٰہ تعالیٰ ولم اقل کلمۃ قط یخالفہٗ وما مسّتھا قلمی فی عمری۔

(ترجمہ) اللہ جانتا ہے یقیناً مَیں نے نہیں کہا مگر جو کچھ اللہ نے فرمایا اور مَیں نے نہیں کہی کوئی بات جو اس کے مخالف ہو اور میری قلم نے نہیں چھوا اس کو میری عمر میں
(حمامۃ البشریٰ ص۱۰ ص۱۸۶/۷)

(۶) جو لوگ خدائے تعالےٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کر سکتے۔ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۹۷)

(۷) ہم اس بات کے گواہ ہیں... جو شخص اس خدا کی طرف سچے دل سے رجوع کرتا ہے... کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا کیوں کہ خدا اس کی زبان ہوجاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور خدا اس کا ہاتھ ہوجاتا ہے جس سے طرح طرح کے تصرفات زمین پر ظاہر کر سکتا ہے۔ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے۔ وہ ظلّی طور پر خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوجاتا ہے۔
(چشمہ معرفت دوسرا حصہ ص۲۷۴)

(۸) اور بباعث نہایت درجہ فنا فی اللہ ہونے کے اس کی زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے۔ اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور اگرچہ اس کو خاص طور پر الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۶ ص۱۸/۱۸)

(۹) ایسا آدمی جو ہر روز خدا پر جھوٹ بولتا ہے اور آپ ہی ایک بات تراشتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ خدا کی وحی ہے جو مجھ کو ہوئی ہے۔ ایسا بدذات انسان

تو کتوں اور سوروں اور بندروں سے بدتر ہوتا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۹۲)

(۱۰) جھوٹ بولنا اور نجاست کھانا ایک برابر ہے۔ (آسمانی فیصلہ ص ۳۱/۳۴۱)

(۱۱) جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۰۶ ص ۲۱۴/۲۱۴ و ص ۲۱۵/۲۱۵)

تناقض

مرزا صاحب اپنے اقوال کی روشنی میں

(۱)

ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق پس بڑی بے ادبی ہوگی کہ متناقض باتوں کا مجموعہ باوا صاحب (باوا گرو نانک صاحب) کی طرف منسوب کیا جائے۔ (ست بچن ص ۴۳/۳۱ دسمبر ۱۸۹۵)

ہر ایک کو سوچنا چاہیئے کہ اس شخص کی حالت ایک مخبط الحواس انسان کی حالت ہے ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے ایک طرف تو مجھے سچا مسیح قرار دیتا ہے بلکہ میری تصدیق میں ایک سچی خواب پیش کرتا ہے جو پوری ہوگئی اور دوسری طرف مجھے سب کافروں سے بدتر سمجھتا ہے کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور تناقض ہوگا۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۷۱/۱۹۱)

اس جگہ ان لوگوں کو متنبہ رہنا چاہیئے کہ جو ایسے لوگوں کو مولوی اور دیانت دار سمجھ کر ان کے قول پر عمل کرنے کو تیار ہوتے ہیں یہ حال ہے ان لوگوں کی دیانت کا اور جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے اس لیے مولوی صاحب موصوف کا بیان بھی تناقض سے بھرا ہوا ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۱ ص ۲۷۵)

(نوٹ) مرزا صاحب کے الفاظ میں ان اقتباسوں کا خلاصہ یہ ہے :

جس انسان کے کلام میں تناقض ہوتا ہے وہ پاگل، منافق، مخبط الحواس اور جھوٹا ہوتا ہے۔ ان ہی کے قائم کردہ معیار کے مطابق ان کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

(نصیر احمد)

تناقض

پہلا رُخ

وَمَنْ فَرَّقَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْمُصْطَفٰى ط فَمَا عَرَفَنِيْ وَمَا رَاٰى ط

اور جو شخص مجھ میں اور مصطفٰے میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۵۹۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

حتّٰی صار وجودی وجودہ ط فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سیّدی خیر المرسلین ط

یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہوگیا پس وہ میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیرالمرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۵۸ و صفحہ ۲۵۹۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وجود قرار دیا۔۔۔ اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوّت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس رہی۔

دُوسرا رُخ

اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت ہے کس قدر حماقت ہے اور کس قدر حق سے خروج ہے اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

پہلا رُخ

واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے، ایسا ہی ہندوؤں کے لیے بطور اوتار کے ہوں۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ $\frac{۲۲۸}{۲۶}$)

دُوسرا رُخ

مجھ کو تمام دنیا کی اصلاح کے لیے ایک خدمت سپرد کی گئی ہے اس وجہ سے کہ ہمارا آقا اور مخدوم تمام دنیا کے لیے آیا تھا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ $\frac{۱۵۵}{۱۵۵}$ صفحہ $\frac{۱۵۱}{}$)

پاکستان اور اسلام

نیز

سُنّتِ رسُول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام

کا جامع اور ہمہ گیر تصوّر

مندرجہ بالا موضوع پر محترم ڈاکٹر صاحب متعدد بار خطاب کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں موصوف نے تنظیم اسلامی کے چھٹے سالانہ اجتماع منعقدہ مئی ۱۹۸۱ء میں ایک تفصیلی خطاب فرمایا تھا جو "روداد تنظیم اسلامی ۔۔۔ حصہ دوم" میں شامل ہے۔ چونکہ ۱۴ اگست ۴۷ء میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا تھا۔ لہٰذا اس مناسبت سے اس طویل اور مفصل خطاب کا ایک طویل اقتباس قارئینِ میثاق کے استفادے کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

میرے نزدیک اس معاملے میں قطعاً کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ پاکستان کے قیام کا جواز بھی کوئی نہیں ہے دین کے سوا اور پاکستان کے استحکام کا معاملہ تو بہت آگے ہے۔ بقاء تک کا کوئی امکان نہیں ہے دین کے سوا ۔۔۔ اب اس دعوے کے دلائل و شواہد اور تفصیلات پر طویل مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے یہ ناقابل تردید واقعہ ہے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر کے لئے اس کو ایک طرف رکھئے کہ یہ واقعہ ایک تہائی صدی پہلے ظہور پذیر ہوا تھا۔ اب غور کیجئے تو کوئی بنیاد، کوئی اساس، کوئی مرکز اور کوئی محور اس ملکِ پاکستان کے بقاء اور استحکام کے لئے نہیں ہے سوائے دین کے۔

وطنی قومیت کی نفی

اچھی طرح جان لیجئے کہ ایک مسلم قومی ریاست (Muslim National State) کی حیثیت سے پاکستان کے مستحکم ہونے اور اس کے باقی رہنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایک مسلم قومی ریاست کے لئے اسلام کے علاوہ کسی "قومیت" Nationalism کی بنیاد ضروری ہے۔ ورنہ آپ "اسلامی ریاست" (Islamic State) کیوں نہ کہتے! جب آپ نے

ئین الفاظ استعمال کئے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کو کوئی اور نیشنلزم (قومیت) درکار ہے.
لیکن میں بلاخوف لومۃ لائم آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے پاس قومیت (NATIONALISM) کے سرے سے کوئی عامل موجود ہی نہیں ہے. غور کیجئے کہ قومیت (NATIONALISM) کیلئے جو عوامل ضروری ہوتے ہیں، ان میں سے کون سا عامل ہمارے پاس ہے! نہ تاریخی تسلسل، نہ نسلی تعلق، نہ لسانی اساس اور نہ ہی تہذیبی، تمدنی اور ثقافتی رشتہ ـــــ اب رہ گئی وطنی قومیت (Territorial Nationalism) تو اس کے خلاف جہاد کر کے تو آپ نے یہ ملک بنوایا ہے. وطنیت کی بنیاد پر قومیت کی تعمیر کے تصوّر کی کامل نفی کی بنیاد پر تو پاکستان کا قیام عمل میں آیا ہے. آخر علامہ اقبال مرحوم کی، جن کو حکیم الامت جیسے معزز خطاب سے یاد کیا جاتا ہے، یہ تعلیمات ذہن سے کیسے محو ہو سکتی ہیں کہ ؎

اس دَور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور　　ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور　　تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بُت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے　　غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوّت سے قوی ہے　　اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

پھر علامہ اقبال مرحوم نے ہی وقت کے ایک جید عالم دین اور مرد حریت پسند کے اس قول پر کہ "فی زمانہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں" یہ بات کہی تھی کہ

سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است　　چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

وطنی اور علاقائی قومیت کی مضرّت

پھر وطنی و علاقائی قومیت کی خطرناکی ہمارے سامنے آ چکی ہے. اسی وطنی قومیت کے نعرے پر جس کی پشت پر لسانی، تہذیبی اور جغرافیائی عوامل کی مدد بھی موجود تھی، ہمارا ملک دولخت ہو چکا ہے. موجودہ پاکستان میں بھی یہ فتنے سندھی قومیت، بلوچ قومیت، پختون قومیت کی صورت میں سر اٹھا چکے ہیں. یہ فتنے ختم نہیں ہوئے. بلکہ مارشل لاء کے خوف سے فی الحال دبکے ہوئے ہیں. اگر یہ دوبارہ ابھرے تو خدا ہی جانتا ہے کہ کتنی تباہی سے ملک کو

سابقہ پیش آئے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ حضرات میں سے کسی کو بھی اس میں اشتباہ ہوگا کہ وطنی قومیت (TERRITORIAL NATIONALISM) ہمارے درد، دکھ اور مصیبت کا مداوا اور درمان نہیں بلکہ ہماری وحدت اور اتحاد کے لئے سمِ قاتل ہے۔ یہ ملک نہیں رہ سکتا، اگر اسلام نہ ہو۔ ہمارے لئے دین کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کوئی امریکہ اس کو بچا نہیں سکتا۔ کوئی پٹرول، ڈالر اس کے لیے محافظ نہیں بن سکتا۔ سہارا اگر ہے تو وہ ایک ہی ہے — (The only Way) اور وہ ہے ہمارا دین اسلام۔

اسی بات کو علامہ اقبال مرحوم نے یوں کہا تھا ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

یہ معاملہ باقی مسلم ممالک کے لئے اتنا گھمبیر نہیں ہے جتنا ہمارے لئے ہے۔ ترکوں کے لئے ترک نیشنلزم ہے۔ عربوں کے لئے عرب نیشنلزم ہے۔ کہیں نسلی وحدت ہے جو نقطۂ ماسکہ بنی ہوئی ہے۔ جوڑنے والی چیز بنی ہوئی ہے اور یہاں کچھ نہیں ہے سوائے دین کے اور اسلام کے۔

نعروں کا اسلام نہیں چلے گا | پھر یہ کہ اسلام اور دین نعرے کا نہیں چلے گا۔ بہت چل چکا۔ اس میں جب تک روح اور جوہر (Essence) نہیں ہوگا۔ حقیقت نہیں ہوگی۔ واقعہ نہیں ہوگا تو محض نعروں سے یہ قائم نہ ہوگا اور نہ چل سکے گا اور اب تو شاید نعرے بھی بے اثر ہوں۔ اس وقت اس ملک کی جو صورت حال فی الواقع ہے وہ یہ ہے کہ ملک کی سالمیت (Integrity) کو فوج نے سہارا دیا ہوا ہے۔ اگر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک کے لئے مارشل لا ناگزیر اور لابدی ہے تو گویا یہ اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ اس ملک کے رہنے والوں کی رائے پر ہمیں اعتماد نہیں ہے کہ ایسی صورت میں یہ ملک قائم رہ سکتا ہے ورنہ مارشل لا، کوئی مثالی ومعیاری حالت تو نہیں ہے۔ جو شخص بھی سیاسیات کی ابجد سے کوئی معمولی بھی شُدبُد رکھتا ہو وہ یہ بات کہہ ہی نہیں سکتا کہ مارشل لا ایک نارمل صورت حال ہے۔ پس غور کیجئے کہ آخر فوج کب تک سہارا دے گی۔ اس کا جو حقیقی و واقعی اور صحیح سہارا ہے اگر وہ قائم نہیں ہوتا اور اس کو تو وعدۂ فردا پر ٹالا جاتا رہے اور وعدے وعید ہی ہوتے رہیں۔ وہی باتیں کہی جاتی رہیں جو قوم ایک تہائی صدی سے سنتی چلی آرہی ہے کہ "ہوگا"۔ "کریں گے"۔ "بڑے گھمبیر مسائل ہیں"۔ "بڑی پیچیدگیاں اور دشواریاں ہیں"۔ ان پر قابو پانے کی تدابیر ہو رہی ہیں" وغیرہ وغیرہ تو جان لیجئے کہ زبانی کلامی اسلام نہیں چلے گا اور نہ طفلانہ تسلیاں

زیادہ دن چل سکیں گی۔

معلوم یہ ہوا کہ اگر کسی شخص کو اس ملک کی بقاء اور استحکام سے کوئی ذہنی و قلبی لگاؤ ہے تو میں اس تعلق خاطر اور فکر کو دین کے منافی نہیں سمجھتا۔ انسان جہاں رہتا ہو اس کے بھی چند حقوق ہیں جو اس پر عائد ہوتے ہیں۔ ہمارا دین تو ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جس راستے پر تم چلتے ہو اس کے بھی حقوق تم پر قائم ہو جاتے ہیں۔ ہمارے دین کی تعلیم یہ ہے کہ تمہارے گھر پر اگر کوئی حملہ آور ہو اور تم اپنی آبرو اور اپنے مال کی حفاظت میں اپنی جان دے دو تو تم شہید کا رتبہ پاؤ گے۔ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ ــــ

انسانی زندگی کے امن و سکون سے متعلق تمام معاملات کے لئے ہمارے دین کے فلسفہ و حکمت میں ایک مقام معیّن ہے۔

اصل اسلام کا احیاء درکار ہے

بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ جس کسی کو بھی اس ملک کے ساتھ کوئی ذہنی و قلبی لگاؤ ہے اس کو جان لینا چاہیئے کہ اس ملک کی بقاء اور اس کے استحکام کے لئے جو کام اسے کرنا ہے تو وہ ہے اصل اور حقیقی دین کا احیاء۔ زبانی کلامی نہیں حقیقی اور واقعی احیاء فکری سطح پر بھی ــــــ یہی واحد راستہ (The only Way) ہے اس ملک کی بقا اور استحکام کا ــــ باقی وقتی مسائل درپیش آتے رہتے ہیں۔ جیسے ہماری خارجہ پالیسی کیا ہو۔! داخلی معاملات کی اصلاح اور بہتری کی صورت کیا ہو! اصلاح کے عمل میں تدریج کیا ہو! ترجیحات کن معاملات کو دی جانی چاہئیں۔ ہر باشعور شہری کی ذمّہ داری ہے کہ وہ ان مسائل کے بارے میں سوچے، غور کرے۔ اگر اللہ نے صلاحیت دی ہے تو ملک کے جرائد میں اظہار رائے کرے۔ اپنے دماغ کو تالا لگائے رکھنا درست نہیں ہے۔

ہماری خوش بختی

میں نے یہ بات پہلے مختلف مواقع پر مختلف اسالیب سے عرض کی ہے، آج اس کا اعادہ کر رہا ہوں کہ ہماری ایک بڑی خوش قسمتی تھی، جس کو ہم نے اپنے غلط طرز عمل سے بہت بڑی بدبختی میں تبدیل (Convert) کر لیا ہے۔ ہمارے لئے خصوصی خوش قسمتی یہ تھی کہ ہمارا ملک بھی اسلام ــــ جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب ان کی ولدیت کے متعلق دریافت کیا جاتا تھا تو وہؓ جواب میں فرماتے۔ سلمان ابن اسلام۔ یہی بات یہاں منطبق کی جا سکتی ہے۔ ہمارا ملک اسلام کے نام پر اسلامی نظام کے لئے قائم ہوا تھا۔ لہٰذا پاکستان ابن اسلام کہنا درست ہوگا۔ ہماری قومیت بھی اسلام۔

ع۔ اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے، یہ کسی اور کے لئے پورے طور پر صحیح ہو یا نہ ہو، ہمارے لئے ہے۔ پس ہماری وطنیت اسلام۔ ہماری قومیت اسلام۔ ہمارا دین اسلام۔ یہ یکجہتی جس کو میسر آگئی ہو، آپ سوچئے! اس سے بڑا خوش قسمت انسان کوئی اور ہو گا! اب کوئی مسلمان امریکہ میں جا کر آباد ہو گیا ہے۔ وہاں کی اس نے شہریت لے لی ہے۔ اب امریکی شہری ہونے کی حیثیت سے اس کی ذمہ داریاں کچھ اور ہیں ان کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ ایک شخص ہے جو ہندوستان میں رہتا ہے۔ اس کے بال بچے وہاں ہیں۔ وہاں اس نے سر چھپانے کو کوئی گھروندا بنایا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں اسے سرکاری ملازمت ملی ہوئی ہے۔ اگر کسی اعلیٰ منصب پر فائز ہے تو اس نے ہاتھ اٹھا کر اس کے دستور، آئین اور ملک سے وفاداری کا حلف بھی اٹھایا ہوا ہے۔ لیکن جب کبھی پاکستان اور ہندوستان میں کشیدگی نازک صورت حال اختیار کر لیتی ہے تو وہاں کا مسلمان کس قدر متضاد دباؤ (Pressure) کے تحت آتا ہو گا کیسا تخالف Conflict ہوتا ہو گا کہ اس کا دل اسلامی اخوت کے رشتے کی وجہ سے پاکستان کے ساتھ ہوتا ہو گا لیکن وہ اپنے اس حلف کی وجہ سے پابند ہے کہ وہ اپنے ملک کی منفعت کو سامنے رکھے۔ اس کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مگر ہمارے لئے کتنی خوش بختی تھی کہ پاکستان کی خدمت، دین کی خدمت بن سکتی تھی لیکن فزیالوجی کا جو قانون (All or none Law) ہے، اس کو ہم نے اپنے خلاف استعمال کر لیا۔ دین کو مستحکم نہیں کیا۔ تو ہمارے پاس کوئی اور بنیاد ہے ہی نہیں۔ اگر معاملہ یہ ہو کہ مذہب کی بنیاد پہلی ہے، قومیت کی بنیاد دوسری ہے، وطنیت کی بنیاد تیسری ہے تو اگر مذہب کمزور ہے تو دوسری دو بنیادیں قومیت و وطنیت تو مضبوط ہیں۔ ان ہی میں سے کسی کے سہارے پر کھڑے ہو جائیں گے۔ لیکن حال یہ ہے کہ یہ بنیادیں بھی دین پر قائم ہیں۔ لہٰذا ان میں سے بھی کوئی بنیاد مضبوط ہو ہی نہیں سکتی۔

دین سے صحیح تعلق کی اہمیت

حاصل یہ نکلا کہ اگر دین سے ہمارا تعلق درست نہیں ہوتا تو ہمارا کوئی سہارا نہیں۔ یہ ہے صورت حال جس سے فی الواقع ہم دو چار ہیں اور یہ باتیں دو اور دو چار کی طرح کی حقیقتیں ہیں۔ لہٰذا آگے میں جو گفتگو کرنے والا ہوں جس کا سارا تعلق (Reference) دین سے ہے کہ ہمارے دینی فرائض کیا ہیں اور صحیح دینی تصورات اصلاً کیا ہیں! ان کے متعلق یہ جان لیجئے کہ میرے مطالعے اور میری رائے کے اعتبار سے یہ صرف کوئی مذہبی بات نہیں ہے بلکہ اس ملک کے بقاء و

استحکام سے متعلق جو ذمہ داری ادا کرسکتا ہو وہ بھی اس میں شامل ہے

اصل الاصول تقویٰ

اب میری کوشش ہوگی کہ میں ایک خاص ترتیب سے اپنا بیان کروں اور اس میں بھی سب سے پہلے میں اس پر روشنی ڈالوں گا کہ سنّت کیا ہے ؛ اتباعِ سنّت کا مقام کیا ہے ؛ اور احیائے سنّت کا مرتبہ کیا ہے! اس کو ہم حضرت عرباض ابن ساریہؓ کی حدیث سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی اور نصیحت ایسی تھی کہ اس سے قلوب پر ایسی رقّت طاری ہوئی کہ وہ لرز کر رہ گئے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہمیں ایسے لگ رہا ہے جیسے آپؐ نے الوداعی نصیحت فرمائی (کہیں آپؐ ہم سے رخصت تو نہیں ہو رہے ! اور اگر یہ اس نوعیت کی کچھ بات ہے) تو ہمیں مزید وصیّت فرمائیے" (کہ ہم آپؐ کے بعد کیا کریں ؛ اگر آپؐ کے رخصت ہونے کا وقت ہے تو آپؐ کے بعد ہمارا سہارا کون ہوگا؟ اس پر آپؐ نے فرمایا : " اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہ" میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیّت کرتا ہوں"

سمع و طاعت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی وصیت اللہ کے تقویٰ کی فرمائی۔ بعدہٗ فرمایا " اور میں تمہیں وصیّت کرتا ہوں سمع و طاعت کی" یعنی سننے اور ماننے کی ۔نظم کی پابندی ہو ۔افتراق اور تفرقہ نہ ہو" سورۂ آل عمران کی دوسری آیت میں تفرقے سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے وہاں فرمایا : وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا قرآن و حدیث میں کوئی فرق اور بُعد نہیں ہے ۔ وہی بات ہے کہ ؏ گوہر دریائے قرآں شفتہ ام ـــــ حدیث دراصل قرآن ہی کی تبیین و تفہیم ہے ۔ الفاظ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں مفہوم کُل کا کُل قرآن حکیم کا ہے ۔ترتیب وہی ہے ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ : (میں تمہیں اللہ کے تقوے اور سمع اور طاعت کی وصیّت کرتا ہوں خواہ تمہارا امیر ایک غلام ہی کیوں نہ ہو" یعنی کسی غلام کا امیر و حاکم بننا تمہارے نفس پر بڑا شاق گزر سکتا ہے ۔اور تمہارے لئے کٹھن امتحان بن سکتا ہے کہ ہم آزاد اور یہ غلام اور غلام زادہ ! یہ ہم پر امیر ہو گیا ! کیسے ہو گیا ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں ایک جیش کا امیر اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بنایا اور حیاتِ طیبہ کے آخری ایام میں روم کی سرحدوں کی جانب بھیجے جانے والے جیش کا امیر حضرت اسامہؓ ابن زیدؓ

کو بنایا جن کی سربراہی میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر اصحاب بھی تھے اسی سے قیاس کر لیجئے۔ عرب کا ذہن یہ تھا کہ اگر غلام آزاد بھی ہو جائے تو اس کو وہ اپنے برابر نہیں سمجھتے تھے، وہ مولیٰ شمار ہوتا تھا۔ غلامی اور آزادی کے درمیان (IN BETWEEN) کا کوئی مقام ان کے ذہن میں ہوتا تھا۔

مشعل راہ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاِنَّہٗ مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا: تم میں سے جو کوئی بھی میرے بعد زندہ رہا وہ جلد ہی کثیر اختلافات دیکھے گا۔ ان اختلافات کے زمانے میں تمہارے لئے مشعل راہ (TORCH LIGHT) کون سی ہے! تمہارے لئے روشنی کا مینار کون سا ہے! فرمایا: فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ یہاں کلمہ "فا" بہت معنی خیز ہے۔ یہ ان اختلافات سے جائے پناہ کی طرف راہنمائی کر رہا ہے کہ جائے پناہ صرف یہ ہے کہ "پس تم پر واجب ہے لازم ہے میری سنّت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنّت کو مضبوطی سے تھامنا" کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ جب امت محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی (ہمارے ہاں جو فقہی مذاہب پائے جاتے ہیں جیسے مذہب مالکی، مذہب حنفی، مذہب شافعی، مذہب حنبلی، مذہب سلفی اور مذہب ظاہری (اہل حدیث) تو یہ اصلاً فرقے نہیں ہیں بلکہ مکاتیب فکر اور فقہی مسالک و مذاہب ہیں۔ ورنہ حقیقت کے اعتبار سے یہ ایک ہی فرقے اہل سنّت والجماعت کے فروعات ہیں۔ یہ تو ہماری بدقسمتی ہے کہ اتنا غلو اور تشتّت اختیار کر لیا گیا ہے اور افراط و تفریط کا یہ عالم ہے کہ اب فی الوقت یہ فرقے بن گئے ہیں۔

تو ان میں ناجیہ فرقے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلع فرما دیا کہ ناجیہ فرقہ کا طرز عمل ہوگا کہ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ" وہ لوگ جو التزام کریں گے کہ معلوم کریں کہ میرا طریق کیا تھا اور میرے صحابہ کا طریق کیا تھا! لیکن جس حدیث کے معانی و مفاہیم کی میں اسوقت تشریح کر رہا ہوں اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنّت کے ساتھ اپنے خلفاء راشدین المہدیین کی سنّت کو بھی ملحق فرمایا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کا معاملہ تو انفرادی اور خاص (Individual) ہوگا۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ اور ؏ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔ صحابہؓ میں ایک میں زہد کا رنگ غالب ہے، ایک میں مجاہدے کا رنگ غالب ہے کسی کو انفاق سے زیادہ انس ہے۔ کوئی نمازیں زیادہ پڑھنے سے مناسبت رکھتا ہے۔ تو ان کے رنگ مختلف ہیں لیکن جماعتی حیثیت سے سنّت

رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام متشکل ہوکر سامنے آتی ہے۔ خلفائے راشدین میں — اس لئے کہ یہ وہ دور تھا کہ پوری امّت محمدیہ ایک وحدت تھی کوئی افتراق نہیں تھا۔ یہ وحدت بھی موجود تھی کہ دینی اور مذہبی قیادت بھی خلفائے راشدین مہدیین کے ہاتھ میں اور سیاسی قیادت وحکمرانی بھی ان کے ہاتھ میں تھی۔ پوری اسلامی مملکت اسلامیہ میں جاری و نافذ ہے۔

لہٰذا اس وقت جو فیصلے ہوئے یعنی خلفائے راشدین المہدیین کے اجتہادات' اگر ان کو امّت نے تسلیم کرلیا جن میں اکثریت صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کی تھی تو ان کے اجماع ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ان فیصلوں کی حیثیت مجمع علیہ سنّت کی ہوگی۔ جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی۔ میرے نزدیک فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ' کی یہ احسن اور صحیح تعبیر ہے۔

مزید برآں خلافت راشدہ نبوت کا تتمہ وتکملہ ہے۔ اسی لئے تو اس کو خلافت علی منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے۔ آگے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم امر کے صیغے میں حکم دے رہے ہیں کہ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ' اسے اپنے دانتوں کی کچلیوں سے مضبوطی سے پکڑ کر رکھو' معلوم ہوا کہ آسان نہیں ہے۔ بڑے دباؤ آئیں گے۔ حالات کا رخ کچھ اور ہوگا۔ ان میں سنّت رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور سنت خلفائے راشدین المہدیین کو بڑی مضبوطی سے تھامنا ہوگا۔ آگے فرمایا: وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" اور دیکھنا نئی نئی باتوں کے ایجاد کرنے سے بچنا۔ کیونکہ دین میں جو نئی چیز ایجاد کی جائے گی وہ بدعت ہوگی اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے:

سُنّت کا ہمہ گیر تصوّر

اس حدیث کو ذہن میں رکھئے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ایک حدیث مزید سناؤں۔ ابھی ہم نے جس حدیث کے مفاہیم و معانی اور مطالب کو سمجھا ہے یہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ کرام سے بطور وصیت چند ہدایات ارشاد فرمائیں۔ دوسری بات ایک اصول کے اعتبار سے دور کے زمانے سے متعلق ہے یعنی جب وہ دور آئے کہ امت میں فساد رونما ہو چکا ہو۔ بدعات کے ہجوم میں سنّت گم ہوگئی ہو۔ اس وقت مسلمان کیا رویہ اختیار کریں؟ صحابہ کرامؓ کا زمانہ تو وہ تھا کہ جس میں سنّت ایک خورشید کے مانند نصف النہار پر چمک رہی تھی۔ لیکن ایک دور ایسا بھی آسکتا ہے کہ سنّت بدعات میں گم ہوجائے۔ بدعات کا اتنا انبار ہو کہ اس میں تلاش کرنا مشکل ہوجائے کہ سنّت کیا ہے! اس دور کے متعلق نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

مَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ " جب میری اُمت میں فسادِ عمومی ظاہر ہو چکا ہو، اس وقت جو شخص میری سُنّت کو زندہ کرے تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے"۔ اب ان دونوں حدیثوں کو سامنے رکھیئے اور بات سمجھنے کی کوشش کیجیئے۔ سنّت کا لفظ ہمارے یہاں ایک فقہی اصطلاح کے طور پر آتا ہے۔ فقہی تقسیم اس طرح ہے کہ تعبدی امور میں فلاں کام فرائض ہیں، فلاں کام سنن ہیں فلاں کام نوافل اور فلاں کام مستحبات ہیں۔ پھر سنن کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ یہ سنّتِ مؤکدہ ہے اور یہ غیر مؤکدہ۔ اسی طرح چند معاشرتی و تمدنی آداب کو سنّت قرار دیا جاتا ہے اور جب بھی لفظ سنّت بولا جاتا ہے تو یہی تصوّرات سامنے آجاتے ہیں۔ میں نے جتنا غور کیا میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہی تمام غلط تصوّرات کی اصل ہے۔ قانون اور فقہ میں ایک نئی چیز فرض، اس سے کم درجے میں سُنّت، اس سے کم درجے میں نفل، یہ بالکل دوسری تقسیم ہے۔ اس قسم کی جب جزوی سُنّتوں کا ذکر ہوتا ہے تو احادیث کا اندازِ بیان عموماً یہ ہوتا ہے کہ اسے "مِنْ سُنَّتِیْ" کہا جاتا ہے۔ جیسے "اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ (نکاح میری سنّت میں سے ہے)" اور اَلسِّوَاکُ وَالتَّعَطُّرُ مِنْ سُنَنِ الْاَنْبِیَآءِ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) "مسواک کرنا اور عطر لگانا تمام انبیاء (علیہم السّلام) کی سُنّتوں میں سے ہے"۔

جب "سنّت" ایک اصطلاحِ دینی اور وحدت اور مجموعی اعتبار سے بولا جائے گا تو اس کا مفہوم ہوگا "نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا طریقہ" آپؐ کا طرزِ عمل بحیثیت و تناسب جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے معمولاتِ زندگی کے اجزاء کے مابین برقرار رکھا۔

نبی اکرمؐ کی سُنّتِ جلیلہ

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آغازِ وحی سے الرفیق الاعلیٰ کی طرف مراجعت تک کی حیاتِ طیبہ کُل کی کُل کو بحیثیتِ مجموعی (AS A WHOLE) لیجئے تو یہ ہے سنّتِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام۔ اجزا کا معاملہ ان کی اہمیت، ان پر اجر وثواب اپنی جگہ ہے۔ کون مسلمان ہوگا جو اس سے انکار کی جرأت کر سکے۔ جس چیز کے متعلق بھی معلوم ہو جائے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا طریقہ یہ تھا اس کو اختیار کرنا یقیناً بہت بڑے اجر وثواب کا موجب ہوگا۔ لیکن یہ سو شہیدوں کے مساوی ثواب کی جو بشارت دی گئی ہے، اس کو ذہن میں رکھیئے کہ ان جزوی باتوں کے لئے نہیں ہے۔ یہ بشارت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پورے طریقے کو زندہ کرنے سے متعلق ہے۔ اس اعتبار سے فرض بھی سنّت کا جزو بن جائے گا۔ فرض ویسے سنّت سے بالاتر ہے۔ لیکن جب آپ اس پہلو سے دیکھیں گے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا طریقہ بحیثیتِ مجموعی کیا ہے تو اس میں فرائض بھی شامل ہیں۔ اس میں نوافل بھی شامل ہیں۔

اس میں آپؐ کے معمولات بھی ہیں۔ شب و روز کے انداز بھی ہیں۔ جلوت بھی ہے خلوت بھی ہے۔ آپؐ کے شمائل بھی ہیں۔ یہ سب مل کر جب ایک وحدت بنیں گے تو اس کا نام ہوگا "سُنّتِ رسولؐ" علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ اس میں فرائض بھی آ گئے، اور نوافل بھی آ گئے۔ سب کچھ آ گیا۔ یہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اسی کا دوسرا نام ہے "اُسوہ" یعنی نمونہ۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (اے مسلمانو!) رسولؐ کی پوری زندگی تمہارے لیے بہترین نمونۂ زندگی ہے"

اس ضمن میں یہ بات میں نے متعدد بار عرض کی ہے کہ اس سنّت کو آپ ہمیشہ دو حصّوں میں منقسم سمجھئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا طریقہ کیا ہے۔ یہاں مجھے لفظ طریقہ پر بے اختیار علامہ اقبال کا یہ شعر یاد آ رہا ہے ؎

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے!! خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

اس پہلے طریقے کا سب سے پہلا اور اہم جزو ہے "عبدیت"۔ یہ عبدیت آپؐ کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ زندگی کے ہر مسئلے پر سب سے غالب عنصر عبدیت کا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں کھانا غلاموں کی طرح بیٹھ کر کھاتا ہوں۔ آپؐ کی پوری حیاتِ طیبہ پر اوّلین اور نمایاں ترین چھاپ اسی عبدیت کی چھاپ ہے۔ آپؐ عبدیتِ کاملہ کے مظہرِ اتم ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس عبدیت کے بارے میں، کسی تقریر میں مَیں نے یہ بات عرض کی تھی کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ عبدیت اس برف کے تودے کے مانند ہے کہ جس کا بڑا حصّہ پانی میں چھپا ہوتا ہے۔ تھوڑا حصّہ نگاہوں کے سامنے آتا ہے۔ رات کی تاریکیوں اور تنہائیوں میں عبداللہ اپنے رب کے حضور میں کھڑا ہوتا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ بات ہی کچھ اور تھی۔ اس کی وہ کیفیات بھی ہیں کہ: اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ "میں اپنے رب کے پاس رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے" یہ کہاں ہمارے فہم میں اور ہماری سمجھ میں آئے گا۔ ایک عظیم ماثور دعا ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے اپنی عبدیت کا اظہار فرماتے ہیں۔ پھر قرآن مجید کا "شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" کا جو پہلو اور وصف ہے اس کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ بڑی عظیم اور مہتم بالشان دعا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ فِيْ قَبْضَتِكَ
نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُكَ: اَسْئَلُكَ
بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ

خَلَقْتَ اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ مَکْنُوْنِ الْغَیْبِ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَذِھَابَ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ: اٰمِین یارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

"اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں. تیرے ناچیز غلام اور ادنیٰ کنیز کا بیٹا ہوں. مجھ پر تیرا ہی کامل اختیار ہے اور میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے. نافذ ہے میرے بارے میں تیرا ہر حکم اور عدل ہے میرے معاملے میں تیرا ہر فیصلہ. میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں تیرے ہر اس اسم پاک کے واسطے سے جس سے تو نے اپنی ذات مقدسہ کو موسوم فرمایا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو تلقین فرمایا یا اپنی کسی کتاب میں نازل فرمایا یا اسے اپنے مخصوص خزانے یا غیب ہی میں محفوظ رکھا کہ تو بنا دے قرآن مجید کو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور اور میرے رنج و حزن کی جلا اور میرے تفکرات اور غموں کے ازالے کا سبب! ایسا ہی ہو اے تمام جہانوں کے پروردگار!"

اس طریق سنّتِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کا جو دوسرا جزو اعظم ہے وہ کُل کا کُل ظاہر ہے. نمایاں ہے اور آنکھوں کے سامنے بالکل عیاں ہے وہ یہ ہے:

سُنّتِ دعوت، سُنّتِ تبلیغ، سُنّتِ انذار، سُنّتِ تبشیر، سُنّتِ شہادۃ علی النّاس، سُنّتِ اظہار دین الحق علی الدّین کُلّہ، سُنّتِ تکبیر رب، سُنّتِ اعلائے کلمۃ اللہ، سُنّتِ ہجرت اور سُنّتِ جہاد و قتال.

عظیم ترین اور متواتر سُنّت

اجرائے وحی اور یوم بعثت سے لے کر اس حیاتِ دنیوی کے آخری سانس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اسی سُنّت اور اسی طریق کے محور کے گرد گھوم رہی ہے. اس سے بڑی کسی سُنّت کا تصوّر ممکن نہیں. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و شخصیت کا نمایاں ترین پہلو جس زاویۂ نگاہ سے دیکھ لیجئے آپ کو یہی نظر آئے گا کہ دعوت ہے تبلیغ ہے. حق کی طرف بلانا ہے. امر بالمعروف ہے. نہی عن المنکر ہے. دین حق کو سربلند کرنے کی سعی و جہد ہے. اس کے لئے استہزاء انگیز کیا جا رہا ہے. پتھروں کی بارش جھیلی جا رہی ہے. معاشی و معاشرتی مقاطعہ برداشت کیا جا رہا ہے. اسی کے لئے مجاہدہ ہے، کشمکش ہے، تصادم ہے اور اسی کے لئے گھر بار کو چھوڑا جا رہا ہے. اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ایک جماعت کو منظم کیا جا رہا ہے اور جماعت سے وابستگان کا تزکیۂ نفس ہو رہا ہے. اسی کے لئے جہاد بالسیف اور قتال ہے. اسی کے لئے نظروں کے سامنے عزیز ترین جان نثاروں کے

تڑپتے ہوئے لاشے اور مثلہ شدہ نعشیں ہیں۔ یہ تمام دوسری سُنّتِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اجزاء ہیں۔ اب دونوں یعنی سُنّتِ عبدیّت اور سُنّتِ دعوت کو جمع کریں تو سنّتِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ایک وحدت کی حیثیت سے سامنے آئے گی۔

ان سُنّتوں میں سے اب اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی نماز والی سنّت تو لے لے لیکن دعوت و تبلیغ والی سنّت کو ساقط کر دے تو معلوم ہوا کہ اس کا تصوّرِ سنّت بہت ناقص ہے اور وہ معاملہ ہو جائے جو آج ہو رہا ہے کہ نمازوں میں بھی چھوٹی چھوٹی سنتوں پر ہی ساری گفتگو ہے۔ رفع یدین پر ہے اور آمین بالجہر پر ہے تو معلوم ہوا کہ اب تو بات بہت دور چلی گئی۔ اگر یہ ہو کہ اس پورے نقشے کے اندر سنّتِ عبدیّت اور سنّتِ دعوت کو پوری طرح قائم کر کے ان تفصیلات میں بھی آئیے۔ کیا کہنے! نورٌ علیٰ نور والی کیفیت ہو گی۔ لیکن اس کے بغیر یہ بے بنیاد، بے وزن اور بے اصل ہیں۔ اس سنّت کا احیاء مطلوب ہے جو عبارت ہے آپؐ کی پوری زندگی سے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت کے ساتھ شغف ہے ـــ تہنیت کے قابل ہیں وہ لوگ۔ لیکن سنّت کا یہ تصوّر اور تصوّرِ سنّت کا احیاء بایں معنی کہ سنّتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پورے طریق کا نام ہے جس میں عبدیت بھی ہے دعوت بھی۔ یہ ہو تو یقیناً لَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر و ثواب ہے: اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے یہ کام آسان نہیں ہے ـــ دانتوں پسینہ آتا ہے۔ لیکن مسواک کر کے یہ سمجھ لیا گیا کہ سو شہیدوں کا ثواب حاصل ہو گیا، کیا کہنے ہیں۔ اس سے زیادہ سہل الحصول (Make-Easy) معاملہ تو ہے ہی نہیں کوئی۔ وہ شہادت یعنی راہ حق میں نقد جان کا نذرانہ پیش کرنا بیچاری تو بالکل ہی بے وقعت اور بے معنی ہو کر رہ گئی۔ ہمارے تصوّرات دین اور تصوّرات سنّت میں جو عدم مناسبت اور عدم توازن نظر آ رہا ہے، اس کا اصل سبب یہی ہے کہ ہم نے جزو کو کُل بنا دیا اور کُل کو جزو بنا رکھا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سارا معاملہ تلپٹ ہو گیا اور اقدار کی عمارت (Value Structure) بالکل مسمار ہو کر رہ گئی۔ لہٰذا اس کو ذہن میں رکھئے کہ صحیح اور حقیقی تصوّرِ سنّت محیط ہے سنّتِ عبدیت اور سنّتِ دعوت پر۔ ٹھیک کہا علامہ اقبال نے کہ ؎ بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست، ہمارے دین کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ دین نام ہے اتباعِ رسول کا (صلی اللہ علیہ وسلّم)۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ـــ

پہنچادُ اپنے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر اور اس کا راستہ ہے، واحد راستہ، آپؐ کی سنّت کی پیروی۔ آپؐ کے طریق پر عمل، آپؐ کا کامل اتباع۔ اگر یہ نہیں ہے تو بقول علامہ اقبال ؎ اگر با او نرسیدی تمام بولہبی است ۔۔۔ اگر سُنّتِ رسولؐ تک رسائی نہیں ہوئی، اگر وہاں تک نہیں پہنچے تو یہ بات صد فی صد درست ہے کہ پھر تمام بولہبی ہے۔ میرے نزدیک یہ صحیح ہے تصوّرِ سنّت۔ یہ ہے مقامِ سنّت اور موجودہ دور میں اتباعِ رسولؐ اور احیائے سنّت کا تقاضا۔ سنّتِ عبدیت اور سنّتِ دعوت کا۔ اس کے کے تمام مراحل کے ساتھ اتباع۔

ہمارے ملک کی بقاء اور استحکام کا مسئلہ

اب آئیے دوسرے موضوع کی طرف۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان، پاکستان، افغانستان اور ترکی ان چاروں ممالک کے مسلمانوں کے مذہبی تصورات میں قدیم ہی سے تصوف اس طرح رچا بسا اور گھلا ہوا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے علیحدہ ہو کر بات کرنا انتہائی مشکل ہے۔ اور اگر آپ بات کریں بھی تو لوگوں کے ذہن اسے قبول ہی نہیں کریں گے۔ وہ سانچے ہی موجود نہیں ہیں جو بات کو قبول کر سکیں تو وہ Square Peg in Round Hole والا معاملہ ہوگا۔ یہ بات ذہن میں اترے گی ہی نہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ اس مسئلہ سے متعلق اس اصل بات کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ اگر اس ملک میں حقیقی نظام کے قیام و نفاذ کے لئے انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح پر کوششوں سے گریز کیا گیا اور اقتدار وقت زبانی کلامی اسلام کی قصیدہ خوانی کرتا رہا تو اسلام کی منزل قریب آنے کے بجائے دور ہوتی چلی جائے گی۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ !!!

بقیہ (افکار و آراء)

اس لیے کہ اس کام کو چھوڑ دیا گیا۔ اسرائیل کے مقابلہ میں عرب کیوں ذلیل ہیں؟ اسی کام کے چھوڑنے کی وجہ سے۔ مسلمانو! تمہاری چالیس حکومتیں اور کسی کی بھی کوئی قیمت نہیں۔ افغانیوں اور فلسطینیوں کو دیکھو! روس و امریکہ کے فرعونوں سے کیسے صف آرا ہیں۔ کیونکہ ان میں جذبہ جہاد تازہ ہو گیا ہے۔

(مرسلہ مولانا افتخار احمد فریدی۔ مراد آباد بھارت)

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

سورۃ الاسراء ۸۲

عطیہ: حاجی محمد سلیم

حاجی شیخ نورالدین اینڈ سنز لمیٹڈ (Exporters)

۳۰۱، لنڈا بازار، لاہور ۳۰۶۴۲۸ / ۳۰۵۴۶۹

افکار و آراء

(۱)

ابھی چند ہفتے پیشتر وفاقی حکومت پاکستان کے خواتین ورکنگ گروپ نے ایک نیا نکتہ دریافت کیا کہ پاکستانی خواتین کی ترقی کی راہ میں "پردہ رکاوٹ بن گیا ہے" اس لیے ملک کے آئندہ پانچ سالہ ترقیاتی پروگرام میں اس "رکاوٹ کو دور کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ ملک جو نظریۂ اسلام کے لیے حاصل کیا گیا ہو اور جہاں کی حکومت اسلامی نظام کے نفاذ کی داعی ہو اور چادر اور چار دیواری کے تحفظ اور احترام کی پرچارک ہو، وہاں اس کی نگرانی میں اُس کا قائم کردہ کوئی خواتین کا گروپ اس نوعیت کی قرآن و سنت سے باغیانہ سفارشیں کرنے کی جسارت کیسے کر گیا — یہ بیمار اور باغیانہ ذہنیت کوئی لیکا یک نہیں پیدا ہوگئی بلکہ اس کے پیچھے جہاں مغرب سے مرعوب ذہنی غلامی کارفرما ہے وہیں ماضی کے بعض رہنماؤں کی نقالی بھی روا رکھی گئی ہے۔ مثلاً ترکی میں مصطفٰے کمال پاشا نے، ایران میں رضا شاہ نے اور افغانستان میں امان اللہ خان اور ظاہر شاہ نے بھی یہی کھیل کھیلنا چاہا۔ اسی نوعیت کے "بھجن" قوم کو سنائے لیکن وہاں کی عورتوں نے اور وہاں کے مردوں نے اس کھوٹی سوچ کو مسترد کر دیا کیا پاکستان کی ان اقلیتی بیگمات کو اپنے ہمسائے مسلم ممالک کی اس تاریخ سے کوئی سبق حاصل نہیں ہوا۔ اور حکومت کو بہر حال یہ جان لینا چاہیئے کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے اور جو کچھ کر رہی ہے ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے، اور حکومت کے ایسے ہی کارنامے ہیں جن کی بنا پر علماء اور عوام کا ایک گروہ حکمران حضرات پر دو رنگی اور نفاق کا الزام عائد کرتا ہے۔

(۲)

اسلام نے خواتین پر روزگار اور قومی زندگی میں حصّہ لینے کے دروازے بند نہیں کیے وہ مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو روکتا ہے، اور اس امر سے کوئی

باہوش شخص انکار نہیں کر سکتا کہ اس اختلاط سے معاشرے میں فساد پھیلتا ہے۔
عورتوں کی معاشرتی و تمدنی ترقی و ارتقاء کے لیے درج ذیل تجاویز اختیار کی جاسکتی ہیں :۔

- عورتوں اور مردوں کو ایک ہی مجلس میں رُو در رُو جمع کرنے کے بجائے ان کی ایک الگ اسمبلی بنا دی جائے تاکہ وہ تمام معاملات پر آزادی سے بحث کرکے اپنے فیصلوں اور تجاویز و سفارشات سے حکومت کو آگاہ کر سکیں۔
- ہر سطح پر ان کی کونسلیں اور مجالس مردوں سے الگ ہونی چاہئیں اور انتخابات میں بھی عورتیں عورتوں کے انتخاب میں اور مرد مردوں کی مجالس اور کونسلوں کے انتخاب میں ووٹ ڈالیں۔
- عورتوں کے تمام ادارے الگ قائم کیے جائیں اور ان کا پورا نظم و نسق عورتوں کے سپرد کیا جائے۔
- مخلوط معاشرے، مخلوط تعلیمی اداروں، مخلوط دفاتر اور اوپر سے نیچے تک مخلوط کونسلوں کا قیام بہت سی خرابیوں کا باعث بن رہا ہے۔ اس لیے عورت اور مرد کا دائرۂ کار ایک دوسرے سے لازماً الگ ہونا چاہیئے۔
- ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے لیے ایک ضابطہ اخلاق بنا دیا جائے جس کے تحت عورتوں کو ذریعہ اشتہار نہ بنایا جا سکے۔
- پردے کے بارے میں قرآنی احکامات کی روشنی میں ایسا قانون بنایا جائے کہ بے پردگی کی لعنت کا خاتمہ ہو سکے اور اس قانون پر عملدرآمد کے لیے اگر سختی کی ضرورت پیش آئے تو اسے اختیار کیا جانا چاہیئے۔
- سکولوں اور کالجوں اور اعلیٰ درس گاہوں میں پردے کو لازمی قرار دیا جائے۔
- طالبات کی فوجی تربیت کے لیے خواتین مقرر کی جائیں اور ان کو کھلے عام پریڈوں اور مردوں کی سلامی دینے کے لیے نہ لایا جائے۔
- دفاتر میں نظامِ صلوٰۃ کو بالفعل اور سختی کے ساتھ نافذ کیا جائے۔

اگر ان تجاویز پر عمل کیا جائے تو ہمارے معاشرے میں جو اخلاقی اور سماجی برائیاں پھیلی ہوئی ہیں اور جو رونما ہو رہی ہیں ان پر کنٹرول ہو سکے گا اور ہمارا معاشرہ اسلامی تہذیب و تمدن کی راہ پر بڑھنا شروع ہو جائے گا۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب دام مجدہٗ

السلام علیکم! مزاج گرامی! ماہ مئی کا حکمتِ قرآن موصول ہُوا۔ ماشاء اللہ خوب ہے۔ اس کے دو مضامین بہت ہی مفید و موثر ہیں۔ ماہنامہ "میثاق" میں قرآن کانفرنس کی کارگزاری اور سفر نامے بہت خوب ہوتے ہیں۔ براہِ کرم اس سلسلہ کو بند نہ کریں۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کو آئندہ سال کی کانفرنس کے لیے ابھی سے مدعو فرمائیں بلکہ تاریخ ان ہی سے لے لی جائے۔ ان کے تشریف لانے سے آپ کے ملک کے بہت سے حضرات کو استفادہ کا موقع ملے گا۔ اور اس کارِ خیر کا ثواب آپ کے حساب میں ہوگا۔

عبدالکریم پاریکھ صاحب جن کو حق تعالےٰ نے قرآن کی خدمت کا شرف عطا فرمایا ہے ان کو بھی کانفرنس میں مدعو فرمایا کریں۔ میثاق اور حکمت قرآن کے ساتھ ساتھ اپنا دوسرا لٹریچر ان کے نام پر ارسال فرمائیں۔

مجاہدین احرار کے بارے میں آپ کو کچھ غلط فہمی ہے۔ ان حضرات نے انگریز کے دور میں بڑی جانثاری اور قربانی دی ہے۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحؒ کو اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک کی نعمت سے بھرپور نوازا تھا۔ خدا کرے نیاز کیش کی آپ سے ملاقات ہو تو ان کی کہانی عرض کروں گا۔ بہرحال پہلی مرتبہ حکمت قرآن میں حضرت شاہ صاحب کا تذکرہ کچھ آیا ہے۔ جزاکم اللہ اگر آپ اس خط کا جواب عنایت نہیں فرماتے تو پھر میرا خط میثاق میں شائع کرادیجئے۔

ذیل میں مولانا محمد عبدالملک مدنی کا ایک دعوتی خط نقل کر رہا ہوں۔ براہِ کرم اس کو میثاق میں ضرور شائع کرادیں۔

والسلام

افتخار فریدی۔ مراد آباد (انڈیا)

مولانا محمد عبدالملک مدنی مدظلہ العالی کا خط اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا محمد عبدالملک جامعی مدنی کے درد و تڑپ کی مدینہ منورہ سے پکار

"مسلمانو! توبہ کرو توبہ"

سچ کہتا ہوں توبہ کرو، توبہ۔ دیکھتے نہیں یہ کیا حال ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کی توہین کی ہے۔ جو سب سے ضروری کام تھا اور زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ یہ ساری بربادیاں اسی لیے ہیں یہ قتل و غارت گری اسی لیے ہے یہ ساری ذلت و رسوائی اس لیے ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانا چھوڑ دیا ہے۔ لوگوں کو جنت کی طرف بلانا چھوڑ دیا ہے۔ جان لو یہ جو کچھ ہو رہا ہے سزا ہے عذاب ہے اس بات کا کہ ہم اسلام کی تبلیغ سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو! اس غفلت کا انجام اچھا نہیں ہے۔ جاگ جاؤ اور اسلام کی دعوت دینا شروع کر دو۔ سب سے بڑا کام جو اس ملت کے حوالہ کیا گیا اور جس کے لیے یہ ملت پیدا کی گئی وہ دعوت والا کام ہے اور اسی کام پر اس کی بقا کا دار و مدار ہے۔ اس لیے جس جس زمانے میں بلکہ جن جن ایام میں اس کام کو چھوڑا گیا مصیبت آ گئی، آفت آ گئی، عذاب آ گیا، قہر نازل ہو گیا۔ آپ کا اسپین (اُندلس) کیوں ختم ہوا؟ اس کام کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ صقلیہ (سسلی) کیوں برباد ہوا؟ اس کام کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ ترکستان کی اینٹ سے اینٹ کیوں بج گئی؟ اس کام کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ ہندوستان کیوں غلام ہوا؟ اس کام کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ بخارا کیوں تباہ ہوا؟ اس کام کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ چین سے اسلام کیوں مٹ گیا؟ اس کام کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ پاکستان کو گھر کے چراغ سے آگ کیوں لگی ہوئی ہے اس کام سے بے نیازی کی وجہ سے عراق کیوں جل رہا ہے؟ اس لیے کہ اس کام سے بے پرواہ ہے۔ ایران میں کیوں آگ لگی ہے؟ اس کام کو پس پشت ڈالنے کی وجہ سے۔ بیت المقدس ہاتھ سے کیوں نکل گیا؟

(بقیہ صفحہ ۷۵)

رفتارِ کار

شیخوپورہ میں ایک دن

مرتب: عاکف سعید

شیخوپورہ کے ہمارے ایک رفیق جناب محمد یونس جنجوعہ صاحب کا عرصے سے یہ تقاضا تھا کہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب شیخوپورہ کے لئے کچھ وقت نکالیں۔ رمضان المبارک کے دوران جنجوعہ صاحب اور ان کے ایک ساتھی جناب نیاز محمد خاں صاحب لودھی ایڈووکیٹ بالآخر ڈاکٹر صاحب سے وعدہ لے ہی گئے کہ وہ عید کے بعد کوئی ایک دن شیخوپورہ کے لئے مختص کر لیں گے۔ بعدازاں ۲۱ جولائی کا دن طے پا گیا۔ ان دونوں حضرات نے شیخوپورہ میں ڈاکٹر صاحب کے پروگرام کے لئے بھرپور تیاری کی۔ لودھی صاحب نے شیخوپورہ بار کونسل میں وکلاء سے خطاب کا پروگرام ترتیب دیا۔ مزید براں ان کی خواہش تھی کہ شام کے اوقات میں شہر کی کسی مرکزی جامع مسجد میں امیر تنظیم کا خطاب ہو تاکہ شہر کے ہر طبقے کے لوگ اس میں شرکت کر سکیں لیکن شہر کی مرکزی جامع مسجد محکمہ اوقاف کے تحت ہے اسلئے بعض معززینِ شہر کے تعاون سے شہر کے مرکز سے کچھ فاصلے پر ایک آبادی گنگ روڈ کی ایک نوتعمیر شدہ مسجد میں ڈاکٹر صاحب کے خطاب کا انتظام کیا گیا۔ اس ضمن میں جن حضرات نے تعاون کیا ان میں جماعتِ اسلامی شیخوپورہ کے بعض نمایاں ارکان پیش پیش تھے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

۲۱ جولائی کو صبح ہی سے موسم بہت سخت تھا۔ دھوپ بہت تیز تھی اور حبس انتہا درجے کا تھا۔ ۱۱ بجے بار کونسل میں تقریر تھی۔ چنانچہ ہم ۹½ بجے لاہور سے بذریعہ کار روانہ ہوئے۔ قیم تنظیم اسلامی قمر سعید قریشی صاحب اور جناب ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب ہمارے ہمراہ تھے۔ مقررہ وقت سے دس منٹ قبل ہی ہم بار کونسل پہنچ گئے ـــــ ۱۱ بجے تک موسم کی شدت میں مزید اضافہ ہو چکا تھا۔ بار روم کی نشستیں بھر چکی تھیں۔ بار روم کے پنکھوں میں سے بعض جو صحیح حالت میں تھے وہ موسم کی شدت کے مقابلے میں مکمل طور پر ناکام نظر آ رہے تھے۔ حاضری جوں جوں بڑھ رہی تھی اسی تناسب سے کمرے کے اندر گرمی اور حبس میں اضافہ ہو رہا تھا۔ تاہم یہ بات قابلِ تحسین ہے کہ سامعین نے انتہائی ضبط اور تحمّل کا مظاہرہ کیا اور پروگرام کے اختتام تک پوری توجہ اور دلجمعی سے ڈاکٹر صاحب کے خطاب کو سنا۔ خطاب کا موضوع تھا "اسلام اور پاکستان"۔ ڈاکٹر صاحب نے تجزیہ کر کے بتایا کہ قیامِ پاکستان کی

صرف اسلام پر ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس بات کو نہایت ہی مدلّل انداز میں پیش کیا اور تجزیاتی انداز میں اپنے دعوے کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا۔ تقریر کے اختتام سے قبل امیرِ تنظیم نے اپنی تنظیم اور اس کے کام کا تعارف کرایا اور پیشِ نظر طریق کار سے بھی لوگوں کو آگاہ کیا۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اس موقع پر حاضرین (جن کی اکثریت وکلاء پر مشتمل تھی) کی جانب سے کسی قدر بدنظمی کا مظاہرہ بھی ہوا۔ وکلاء نے اپنے فن کو بھرپور طور پر استعمال کرتے ہوئے ہر قسم کے سوالات کئے۔ ڈاکٹر صاحب نے پورے تحمّل کے ساتھ سوالات کی مناسبت سے ان کے 'تسلّی بخش' جوابات دیئے۔ اور اس طرح یہ نشست بحسن وخوبی اپنے اختتام کو پہنچی۔ دوپہر کو کھانے پر ہم جناب نذیر احمد ورک صاحب کے ہاں مدعو تھے۔ ورک صاحب جماعتِ اسلامی شیخوپورہ کے اہم رکن ہیں۔

شام ساڑھے پانچ بجے مقامی پریس کلب سے خطاب کرنا تھا۔ یہ پریس کلب حال ہی میں تشکیل دیا گیا ہے۔ ان کے صدر کو ڈاکٹر صاحب کی شیخوپورہ آمد کا علم ہوا تو انہوں نے جناب یونس جنجوعہ صاحب سے مل کر شام کا وقت پریس کلب کے لئے مخصوص کرالیا۔ گویا ع "رُستم از یک بند تا افتاد در بندِ دگر" کے مصداق وکلاء سے رستگاری ملی تو اخبار نویسوں سے سابقہ پیش آگیا۔ وہاں بھی سوال وجواب کی بھرپور نشست ہوئی۔ زیادہ تر سوالات ملک کی سیاسی صورت حال سے متعلق تھے۔ مغرب سے آدھ گھنٹہ قبل ڈاکٹر صاحب نے ان سے اجازت چاہی۔ کیونکہ مغرب کے فوراً بعد گنگ روڈ کی مسجد میں خطاب کا پروگرام تھا۔

مسجد کے ہال میں ڈیڑھ صد سے زیادہ افراد کی گنجائش نہ تھی۔ اسی قدر افراد مسجد کے صحن میں سما سکتے تھے۔ چنانچہ مسجد کے منتظمین نے سامعین کی متوقع تعداد کے پیشِ نظر مسجد کے باہر سڑک پر شامیانے لگا کر دریاں بچھادی تھیں۔ مغرب کی نماز کے وقت تک مسجد کا ہال اور صحن مکمل طور پر بھر چکے تھے۔ نماز کے بعد بھی شائقین کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ اس طرح باہر شامیانوں کے نیچے دریاں بھی حاضرین کی کثرت کے باعث ناکافی معلوم ہونے لگیں۔ یہاں خطاب کا موضوع تھا " فرائض دینی کا صحیح تصوّر "۔ ڈاکٹر صاحب نے واضح کیا کہ اسلام محض مذہب نہیں بلکہ دین ہے یعنی ایک مکمل ضابطۂ حیات اور نظامِ زندگی ہے۔ ہر نظام اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ اگر کوئی نظام نافذ یا غالب نہیں ہے تو وہ نظام نہیں ہے۔ UTOPIA ہے۔ اسی طرح دین جب غالب نہ ہو بلکہ مغلوب ہو تو وہ دین

نہیں رہتا بلکہ محدود ہو کر محض مذہب بن کر رہ جاتا ہے۔ کوئی سے دو نظام (SYSTEMS) کسی ایک ملک میں شانہ بشانہ نہیں چل سکتے جبکہ ایک نظام کے تحت بہت سے مذاہب کا جمع ہونا عین ممکن ہے۔ انگریز کے دور میں نظام انگریز کا تھا۔ قانون اس کا نافذ تھا لیکن اس نظام کے تحت بے شمار مذاہب بیک وقت موجود تھے۔ انفرادی معاملات میں مکمل مذہبی آزادی تھی۔ اسی محدود مذہبی آزادی سے دھوکہ کھا کر بعض مسلمان علماء نے انگریز کی حکومت کو رحمت قرار دیا تھا جس پر مفکرِ ملّت علامہ اقبال نے پھبتی چُست کی تھی کہ ؎

ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

امیرِ تنظیم اسلامی نے واضح کیا کہ دین کو نافذ و غالب کرنا ہر مسلمان کا فرضِ منصبی ہے۔ اور جو شخص کسی باطل نظام کے ساتھ مصالحت کی روش اختیار کرتا ہے اور نظامِ حق کو غالب کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ فی الواقع دین سے غدّاری کا مرتکب ہے ـــــ امیرِ تنظیم کا یہ خطاب ڈیڑھ گھنٹے پر محیط تھا۔ جس کے بعد نمازِ عشاء ادا کی گئی۔ رات کے کھانے کا اہتمام لودھی صاحب نے اپنے ہاں کیا تھا۔ وہاں سے رات ۱۱ بجے فارغ ہو کر ہم نے واپسی کا قصد کیا اور اللہ کے فضل و کرم سے ایک بھرپور دن گزار کے قریباً رات کے ۲ بجے لاہور واپس پہنچ گئے۔ آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

دیگر تنظیمی سرگرمیاں

سالِ رواں کے دوران امیرِ تنظیم اسلامی کے بیرونِ لاہور دوروں کے ذریعے دعوتی سرگرمیوں اور دعوتی کام میں خاطرخواہ اضافہ نتیجتہً پاکستان کے بہت سے شہروں میں مقامی تنظیمیں قائم ہو گئیں۔ لیکن چونکہ ان نئی قائم شدہ تنظیموں کے رفقاء تنظیم کے تقاضوں اور کام کے نہج سے صحیح طور پر آگاہ نہیں تھے اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ مرکز سے ان کو رہنمائی دی جائے۔ اس ضمن میں مرکز کی جانب سے یہ اہتمام کیا گیا کہ وقفوں وقفوں سے لاہور یا کراچی کے کچھ رفقاء جو رضاکارانہ طور پر اپنے اوقات دینے کو تیار ہوں اُن کو گروپ کی صورت میں اُن شہروں میں بھیجا جائے جن کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے۔ گذشتہ ماہ کے "میثاق" میں ان میں سے بعض جماعتوں (GROUPS) کی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی جا چکی ہے۔ لیکن دو رپورٹیں اس میثاق میں شامل

ہونے سے رہ گئیں تھیں۔ چنانچہ انہیں اس شمارے میں شامل کیا جا رہا ہے۔

راولپنڈی / پشاور

جون کے پہلے عشرے میں رفیق تنظیم غازی محمد وقاص صاحب کی امارت میں ایک تین رُکنی مختصر جماعت نے راولپنڈی اور پشاور کا دورہ کیا۔ وقاص صاحب کے علاوہ اس میں سہیل عزیز صاحب اور محمد اقبال صاحب شامل تھے۔ اس دورے کی مختصر رپورٹ سہیل عزیز صاحب نے مرتب کی ہے جو حسب ذیل ہے :-

ابتدائً ہمارا پروگرام راولپنڈی / اسلام آباد میں امیرِ تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ماہانہ درس قرآن میں شرکت کا تھا۔ بعد ازاں یہ طے پایا کہ راولپنڈی میں مزید ایک دن قیام کر کے مقامی رفقاء سے خصوصی ملاقات کی جائے اور پھر پشاور میں بھی رفقاء کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے گا۔ چھ جون کو ریل کار کے ذریعے ہم تینوں رفقاء راولپنڈی پہنچے۔ اور پنڈی میں مقیم ایک رفیق جناب اکرم واسطی صاحب کے ہاں قیام کیا۔ حسبِ پروگرام بعد نماز مغرب اسلام آباد کمیونٹی سنٹر میں ڈاکٹر صاحب کا درس قرآن ہوا۔ "استقبالِ رمضان" کے موضوع پر سورہ بقرۃ کے تئیسویں رکوع کی روشنی میں مفصل درس ہوا۔ الحمد للہ سامعین کا ذوق و شوق دیدنی تھا اور درس کے اختتام تک کمیونٹی سنٹر کے ہال کی تنگ دامانی عیاں ہو چکی تھی

اگلے روز پنڈی اور اسلام آباد کے رفقاء سے ملاقات کا پروگرام تھا جس کے لیے واسطی صاحب کے اسکول "فری لینڈ" میں سب کو جمع ہونا تھا۔ اکثر رفقاء وقتِ مقررہ پر پہنچ گئے۔ ہر رفیق سے سیر حاصل تبادلہ خیالات ہوا۔ دورانِ گفتگو یہ بات سامنے آئی کہ وہاں کے رفقاء پر عمومی اور خصوصی اجتماع کا فرق پورے طور پر واضح نہیں ہے چنانچہ ہمارے امیرِ جماعت غازی محمد وقاص صاحب نے مرکز کی ہدایات کے مطابق ان پر دو تنظیموں کو خصوصی اور عمومی اجتماعات کے طریق کار، افادیت اور جذبۂ محرکہ سے تفصیلاً آگاہ کیا۔

آٹھ جون کو صبح ساڑھے دس بجے کے قریب ہم پشاور پہنچے۔ مقامی امیر تنظیم جناب صلاح الدین صاحب سے چونکہ پہلے رابطہ نہیں ہو سکا تھا اس لیے خاصی دقت پیش آئی۔ بہر حال ان سے تقریباً ڈیڑھ بجے بعد دوپہر ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے تجویز کیا کہ چونکہ محترم خورشید انجم صاحب کا گھر قلب شہر میں واقع ہے اس لیے ان کے

یہاں جمع ہُوا جائے۔ باوجود موسم کی شدت اور وقت کی قلت کے انہوں نے پشاور کے فعال رفقاء کو ہماری آمد سے مطلع کیا۔ ہم سب نمازِ مغرب سے کچھ پہلے خورشید انجم صاحب کے گھر پر جمع ہو گئے۔

یہ اجتماع جتنا ہنگامی طور پر ترتیب دیا گیا اتنا ہی مفید رہا۔ تنظیمی امور تفصیل کے ساتھ زیرِ بحث آئے۔ ان کے ہاں خصوصی اجتماع تو نہایت مؤثر طور سے ہو رہے ہیں۔ ہر رفیق کے ذمے کوئی نہ کوئی تنظیمی یا تدریسی کام سونپ دیا گیا ہوا ہے۔ البتہ عمومی اجتماع میں انہیں وقتی طور پر دقت ہو رہی ہے۔ محترم وقار صاحب یہ سارا پروگرام عربی درس کی صورت میں پیش کرتے تھے جو کہ درسِ قرآن مجید سے مزین ہوتا تھا وقار صاحب چونکہ بسلسلہ ملازمت عارضی طور پر ہری پور تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اس لیے عمومی اجتماع کا انعقاد عمل میں نہیں آ رہا۔

مجموعی طور پر راولپنڈی۔ اسلام آباد اور پشاور کی مقامی تنظیموں کی کارکردگی تسلی بخش ہے۔ رفقاء کا انفرادی جوش و جذبہ اور امراء کی تگ و دو کا جائزہ لیتے ہوئے امید کی جاسکتی ہے کہ انقلابی عمل تنظیمی و تربیتی مراحل سے آگے بڑھے گا۔ (انشاء اللہ)۔

امیر تنظیم اسلامی صوبہ سندھ کا دورہ حیدر آباد

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع منعقدہ ۱۹۸۳ء کے موقع پر امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب کو جو پہلے صرف کراچی کے امیر تھے، صوبہ سندھ کا نائب امیر مقرر کیا۔ اس سے قبل حیدر آباد کے رفقاء کا تعلق براہِ راست مرکز سے تھا۔ تذکرہ فیصلے کے بعد ان کا رابطہ صوبہ سندھ کے دارالخلافہ کراچی سے کر دیا گیا۔ اسی رابطے اور تعلق کو مزید تقویت دینے کے لیے نائب امیر صوبہ سندھ جناب ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب نے ۹، ۱۰ جون کو حیدر آباد کا پروگرام بنایا اور پیشِ نظر یہ بھی تھا کہ رفقاء سے ملاقات کر کے صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے اور خصوصاً رفقاء کو فعال اور منظم کیا جائے تاکہ ان کی ذاتی اصلاح کے ساتھ ساتھ توسیع دعوت کا کام بھی ہو۔

اس مقصد کے ساتھ ساتھ ایک عمومی درس قرآن کا پروگرام بھی بنا لیا گیا۔ اس کے لیے پہلے ہی فوٹو اسٹیٹ ہینڈ بل تیار کر لیے گئے۔ درس کے لیے سورۃ حج کا آخری رکوع منتخب کیا گیا جو کہ قرآن حکیم کا جامع مقام ہے۔ قرآن حکیم کے مخاطب ...

طبقات ہیں۔ ایک وہ جو اس پر ایمان لے آئیں اور دوسرے وہ جنہوں نے دعوتِ قرآن کو ابھی تک قبول نہیں کیا یا ان تک یہ دعوت ابھی تک نہیں پہنچی پہلی چار آیات میں عوام الناس یا نوع انسانی سے خطاب ہے اور دعوتِ ایمان ہے۔ اس ضمن میں تینوں بنیادی ایمانیات کو سمو لیا گیا ہے یعنی ایمان باللہ، ایمان بالمعاد، اور ایمان بالرسالت۔ اور آخری دو آیات میں دعوتِ عمل ہے اُن کے لیے جو ان ایمانیات کی دعوت کو قبول کر چکے ہیں۔

درسِ قرآن کے لیے سورۃ حج کا متذکرہ مقام تنظیم کے ایک رفیق جن کا نام بھی حسنِ اتفاق سے محمد رفیق ہے جو لطیف آباد نمبر ۱۲ کے رہنے والے ہیں نے منتخب کیا تھا۔ ویسے تو محمد رفیق صاحب حیدر آباد کے رہنے والے ہیں لیکن ملازمت کے سلسلے میں آج کل کراچی رہتے ہیں۔ انہی کے خالہ زاد بھائی محمد طاہر خان صاحب بھی لطیف آباد نمبر ۱۲ کے رہنے والے ہیں اور وہ بھی ملازمت کے سلسلے میں کراچی رہتے ہیں اور تنظیم کے رفیق بھی ہیں۔ اس کے علاوہ میڈیکل کے طالب علم ظفر عزیز صاحب بھی حیدر آباد سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنی تعلیم کے سلسلہ میں کراچی رہتے ہیں اور تنظیم کے رفیق بھی ہیں۔ یہ تین حضرات درسِ قرآن کے دن سے پہلے ہی کراچی سے حیدر آباد چلے گئے تھے اور انہوں نے گھر گھر جا کر درسِ قرآن کے پمفلٹ پہنچائے اور ذاتی طور پر ملاقات کر کے اہل محلہ اور قرب و جوار کے احباب کو دعوت دی۔ اس کے علاوہ حیدر آباد میں تنظیم کے جو رفقاء مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں ان کو بھی اس پروگرام میں شرکت کرنے کی دعوت دی گئی۔

درسِ قرآن کا وقت بعد نمازِ عصر مقرر کیا گیا تھا۔ نائب امیر تنظیم صوبہ سندھ ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب بعد نماز ظہر چار رفقاء کے ہمراہ اپنی کار میں کراچی سے حیدر آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ دو اور رفقاء بھی بذریعہ بس حیدر آباد پہنچے۔ حیدر آباد میں ملاقات کا مقام مولانا سید وصی مظہر ندوی صاحب مہتمم حیدر آباد کا مدرسہ جامعہ اسلامیہ مقرر کیا گیا تھا۔ وہاں پر ہمارے دو رفقاء محمد رفیق اور محمد طاہر خان صاحب ہمارے منتظر تھے، مولانا موصوف بھی اپنی فائیلوں میں محو ہمارے منتظر تھے انہیں بھی اس پروگرام سے آگاہ کیا گیا تھا۔ یہاں پر مولانا موصوف کا ذکر آ گیا ہے تو تنظیم کے حوالے سے بھی ان کا ذکر کرتا چلوں۔ آپ تنظیم اسلامی کے حلقہ مستشارین میں بھی شامل ہیں۔

مدرسہ سے ہم رفقاء لطیف آباد پہنچے عصر کی نماز قریبی مسجد محمدی میں ادا کی۔ نماز کے بعد درس قرآن کا اعلان ہُوا اور احباب محمد رفیق صاحب کے مکان پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ عبدالواحد عاصم صاحب قیم تنظیم اسلامی صوبہ سندھ نے حاضرین سے امیر صوبہ سندھ کا تعارف کروایا۔ اس کے بعد امیر محترم نے درس قرآن کا آغاز فرمایا۔ حاضرین کی تعداد سے کمرہ بھر گیا چنانچہ برآمدے میں بھی شرکاء کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا۔ درسِ قرآن ابھی جاری تھا کہ مغرب کا وقت ہو گیا۔ مغرب کی نماز مسجد میں ادا کی گئی۔ مسجد کی انتظامیہ نے درس قرآن مسجد میں جاری رکھنے کی پیش کش کی کیونکہ گھر پہ شرکاء کے لیے جگہ کم پڑ گئی تھی۔ مسجد میں شرکاء کی تعداد میں مزید اضافہ ہُوا۔ اس طرح درس قرآن عشاء تک جاری رہا۔ اس موقع پر مسجد کے باہر مکتبہ بھی لگایا گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد شرکاء درسِ قرآن کو درس سے متعلق یا تنظیم سے متعلق سوالات کی دعوت دی گئی۔ سوالات وجوابات کی نشست محمد رفیق صاحب کے گھر پر رکھی گئی۔ اس طرح سات افراد جمع ہوئے۔ ان میں سے عطاء الرحمٰن صاحب نے امیر صوبہ سندھ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے علاوہ تنظیم کے ایک رفیق جناب اعجاز احمد صاحب جو عہد نامہ رفاقت پڑھ چکے تھے جن کی بیعت باقی تھی انہوں نے امیر صوبہ سندھ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اس کے بعد رفقاء کا اجتماع ہُوا اب چونکہ رات کافی ہو گئی تھی اس لیے اس کو مختصر کر کے دوسرے دن صبح ساڑھے سات بجے رکھا گیا۔ آج چونکہ جمعہ تھا تقریباً سارے رفقاء جمع ہو گئے سوائے عطاء الرحمٰن صاحب کے جو کسی مجبوری کی بنا پر شرکت نہ کر سکے۔

اس موقع پر حیدرآباد کی تنظیم کو کتابوں کا ایک سیٹ دیا گیا۔ اس کے علاوہ کیسٹ بھی دیے گئے۔ اعجاز احمد صاحب کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ اجتماعات کو منظم کریں۔ ان میں درس قرآن اور وقتاً فوقتاً تنظیم کی دعوت پیش کریں ان اجتماعات میں عام لوگوں کو بھی دعوت دی جائے۔ خصوصی اجتماع میں صرف رفقاء ہی شرکت کریں اس میں حفظِ قرآن، مسنون دعاؤں اور اجتماعی مطالعہ کا اہتمام کیا جائے۔ رفتار کار کا جائزہ بھی لیا جائے اور اس کی ماہانہ رپورٹ کراچی بھیجی جائے۔ اجتماع اختتام کے بعد ہم رفقاء بخیر و عافیت جمعہ سے پہلے کراچی پہنچ گئے۔

THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE ARE THE REGISTERED TRADE-MARKS WHICH IDENTIFY THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.
paragon

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید : ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا

جس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لیے

بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲۔ ایمپرس روڈ ۔ لاھور

جماعتِ اسلامی

★ کن مقاصد کے تحت قائم ہوئی تھی ؟
★ آزادی سے قبل اُس کے نظریات کیا تھے ؟
★ قیامِ پاکستان کے بعد اس نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا ؟ اور
★ اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے ؟
★ جماعت کے ماضی و حال کا ایک تاریخی تجزیہ

جماعت کے سابق کارکن کے قلم سے

تحریکِ جماعتِ اسلامی
ایک تحقیقی مطالعہ

تالیف

ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیمِ اسلامی

سابق ناظم اعلیٰ اسلامی جمعیت طلبۂ پاکستان و امیر جماعت اسلامی منٹگمری

اعلیٰ ایڈیشن آفسٹ پیپر عمدہ کتابت
مجلد معہ ڈسٹ کور قیمت ۲۰ روپے

ادنیٰ ایڈیشن
۱۰ روپے صرف

آپ کو پریسٹریسڈ کنکریٹ کے معیاری

گارڈر، بلے اور سلیب وغیرہ

درکار ہوں تو وہاں تشریف لے جائیے جہاں

اظہار لمیٹڈ کی تیار چھتیں

کا بورڈ نظر آئے

- صدر دفتر : ۶- کوثر روڈ- اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور
  فون:- ۶۹۵۲۲ ۶۱۵۱۴
- پچیسواں کیلومیٹر- لاہور شیخوپورہ روڈ
- جی-ٹی روڈ کھٹالہ (نزد ریلوے پھاٹک) گجرات
- انڈس ہائی وے- مختار آباد- نزد راجن پور (ڈیرہ غازیخان ڈویژن)
- فیروزپور روڈ- نزد جامعہ اشرفیہ- لاہور- فون:- ۴۱۳۵۶۹
- شیخوپورہ روڈ- نزد نیشنل ہوزری فیصل آباد- فون:- ۵۰۶۲۶
- جی-ٹی روڈ- مریدکے
- جی-ٹی روڈ- سرائے عالمگیر
- جی-ٹی روڈ- سواں کیمپ- راولپنڈی- فون:- ۶۸۱۲۷

جاری کردہ: مختار سنز گروپ آف کمپنیز

Regd. L No. 7360

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol. 32 SEPTEMBER 1983 No. 9

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

گیس بچا کر قومی معیشت کو مستحکم بنائیے

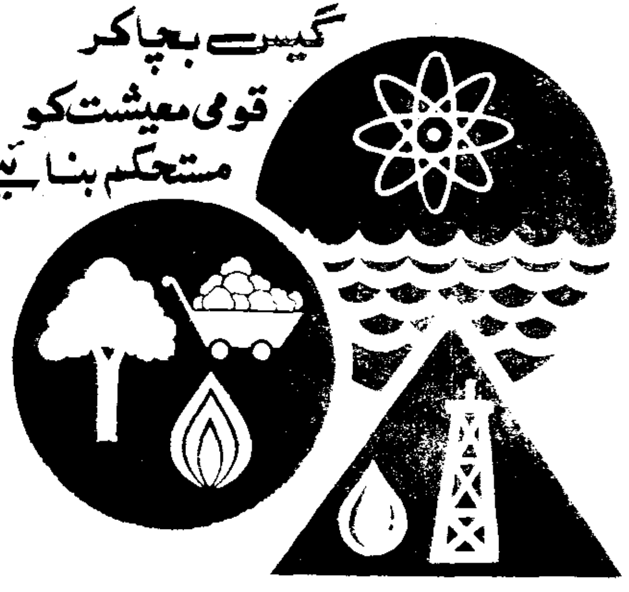

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے. توانائی کی ضروریات کثیر زرمبادلہ صرف کرکے پوری کی جاتی ہیں. ہماری صنعت. تجارت. زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے. آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان شعبوں کے ذریعے کام آئے گی.

قدرتی گیس بہت زیادہ قیمتی ہے.
اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

SUI NORTHERN